مولانا اختر حسین بستوی

تصنیف

مفتی محمد اختر حسین قادری
استاذ فقہ و معقولات دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی بستی

مصنف ایک نظر میں

نام : محمد اختر حسین
سلسلۂ نسب : محمد ادریس بن یاد علی بن نیاز علی علیہم الرحمہ
تاریخ پیدائش : یکم مارچ ۱۹۷۲ء (بمطابق سند)
مولود مسکن : محلہ بدھیانی، شہر خلیل آباد، ضلع سنت کبیر نگر
تعلیم : ناظرہ تا درجہ پرائمری وابتدائی عربی وفارسی مصباح العلوم، بدھیانی، ثانیہ تا ثامنہ نصف سال الجامعۃ الاسلامیہ روناہی، فیض آباد، ثامنہ نصف سال دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی
فراغت : بتاریخ ۲۴ر شوال المکرم ۱۴۱۰ھ بمطابق ۲۰ مئی بروز اتوار ۱۹۹۰ دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی (یوپی)
اسناد : فاضل علوم اسلامیہ، ادیب کامل، معلم اردو جامعہ اردو علی گڈھ، منشی، مولوی، کامل عالم، فاضل طب الٰہ آباد بورڈ، بی۔اے۔ ممتاز ڈگری کالج لکھنؤ، ایم۔اے۔ لکھنؤ یونیورسٹی
عقد مسنون : ہمراہ شہزادی استاذ الفقہاء فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ مورخہ ۱۶، ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۷ر مئی ۱۹۹۵ء بروز بدھ
تدریس : دارالعلوم ربانیہ، باندہ، یوپی، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی
علمی وقلمی خدمات: (۱) مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہونے والے ادبی، سوانحی، دعوتی اور اصلاحی مضامین (۲) ازالۂ فریب بجواب تقلید شخصی کے آسیب، مطبوع (۳) جدید مسائل زکاۃ، مطبوع (۴) عرس کی شرعی حیثیت (۵) پانی اور تحقیقات رضویہ، مطبوع (۶) ایمان کی باتیں (بزبان اڑیہ)، مطبوع (۷) آئینۂ حقیقت، مطبوع (۸) حضرت فقیہ ملت، مطبوع (۹) تذکرہ حضرت علامہ اعجاز احمد، مطبوع (۱۰) ۳۰ سے زائد جدید مسائل پر فقہی مقالات، مطبوع (۱۱) مظہر العوامل شرح شرح مائۃ عامل منتظر طبع (۱۲) مختلف کتب پر مقدمہ پیش لفظ اور تأثرات، مطبوع (۱۳) علامہ عبد العلیم میرٹھی حیات وکارنامے، مطبوع
شوق ومشغلہ: تدریس، افتاء، تبلیغ واصلاح، تصنیف وتالیف، ملی وسماجی خدمات، رد وہابیت ودیوبندیت و دیگر فرق باطلہ، نعت پاک کی سماعت
شرف بیعت : تاج الشریعہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی اختر رضا قادری ازہری صاحب قبلہ دامت براتہم العالیہ مورخہ ۲۵ر صفر المظفر ۱۴۰۸ھ بروز منگل مطابق ۱۰ر اکتوبر ۱۹۸۷ء
خلافت واجازت: (۱) تاج الشریعہ مفتی اختر رضا قادری ازہری صاحب قبلہ دام ظلہ العالی (۲) استاذ الفقہاء فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ

فہرست مضامین

☆☆☆

شرف انتساب

بندہ اپنی اس حقیر کاوش کو وقت کی اس عبقری ذات کے نام منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے جسے دنیائے اسلام امام علم و حکمت مجدد دین و ملت اعلحضرت **امام احمد رضا** فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء) کے نام سے جانتی ہے۔ جنھوں نے اپنی خداداد صلاحیت سے ایوان کفر و ضلالت اور خانۂ شرک و بدعت میں زلزلہ پیدا کر دیا اور توحید کے نام پر انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی حرمت و عزت کو مٹانے والوں کا پردہ فاش کر دیا۔

اور

مخدوم گرامی والد محترم جناب **محمد ادریس** مرحوم (م ۲۲ / رمضان ۱۴۰۶ھ یکم جون ۱۹۸۶ء) کے نام جو مجھے عالم دین بنانے کی تمنا لیکر اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ ع

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے

نیاز مند

محمد اختر حسین قادری

ہدیۂ تشکر

احقر سب سے پہلے اپنے اساتذہ کرام دامت برکاتہم کی خدمات بابرکات میں بصد خلوص ہدیہ تشکر پیش کرتا ہے جنہوں نے اپنی آغوش تربیت میں رکھ کر زندگی کے ہر نشیب وفراز میں رہنمائی فرمائی اور میرے عزم وحوصلہ کو جلا بخشی، بالخصوص جامع معقول ومنقول مخدوم گرامی علامہ مفتی **شبیر حسن** صاحب قبلہ مدظلہ النورانی شیخ الحدیث جامعہ رونا ہی فیض آباد کی بارگاہ عالیجاہ میں تو بندہ جتنا بھی شکریہ ادا کرے کم ہے جن کی بے پناہ شفقت اور جد وجہد نے اس خدمت کے لائق بنایا۔ حضور والا کی ذرہ نوازی ہے کہ اس کج مج تحریر کو شرف مطالعہ بخش کر اصلاح فرمائی اور تقریظ جلیل عنایت فرمایا۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل موقر شخصیتیں خصوصاً ہمارے شکریہ کی مستحق ہیں جنہوں نے رسالۂ ہذا کو شرف مطالعہ بخشا اور مفید مشوروں سے نوازا۔

(۱) استاذ الفقہاء فقیہ ملت حضرت مفتی **جلال الدین احمد** امجدی قدس سرہ العلیم بانی دار العلوم امجدیہ اوجھا گنج بستی۔

(۲) تلمیذ صدر الشریعہ پیر طریقت سید **مظہر ربانی** صاحب مدظلہ العالی، مہتمم دار العلوم ربانیہ، باندہ۔

(۳) علامہ **بخش اللہ** صاحب قبلہ مدظلہ العالی، استاذ جامعہ رونا ہی۔

عرض حال

برصغیر میں خصوصاً دو ایسے مکتب فکر کے لوگ پائے جاتے ہیں جن کا تذکرہ بہت عام ہے۔ ایک ''سنی بریلوی'' دوسرا ''وہابی دیوبندی''۔ ان کے مسلکی اختلافات کی فہرست تو بڑی تفصیل طلب ہے جو فی الحال مقصود بیان نہیں، البتہ اتنی بات ضرور ذہن نشین ہونی چاہئے کہ ان کے مابین کچھ تو بنیادی اور اصلی اختلاف ہیں اور کچھ فرعی ہیں۔

انہیں مسائل اختلافیہ فرعیہ میں سے ''عرس'' و ''فاتحہ'' اور ''بیعت وارادت'' بھی ہیں۔ جن کا تذکرہ اس مختصر سے رسالہ میں کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک فرقے نے اتنی شدت کی کہ عرس وفاتحہ وغیرہ کو بدعت قبیحہ کا نام دے کر محرمات میں شامل کر دیا اور ان تمام امور کو ناجائز وحرام، بت پرستی اور مشرکانہ رسوم کہنا شروع کر دیا، اس فرقے کو ''وہابی دیوبندی'' کہا جاتا ہے۔

دوسرے طبقے نے شرعی دلائل وشواہد کی روشنی میں یہ واضح کیا کہ عرس وفاتحہ وغیرہ گو کہ بدعت اور زمانہ نبوی کے بعد کی ایجاد ہیں تاہم انہیں ناجائز وحرام کہنا زیادتی اور شریعت پر افترا پردازی ہے کیونکہ ہر بدعت ناجائز نہیں ہوتی ہے۔ ناجائز وحرام ہونے کے لئے دلیل خاص کی ضرورت ہے اور ان امور کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے انہیں ناجائز نہیں کہا جا سکتا ہے اس جماعت کو مختصر لفظوں میں ''سنی بریلوی'' کہا جاتا ہے جو درحقیقت اہلسنت وجماعت کی دوسری تعبیر ہے۔

اس جماعت کے چند جاہل اور دنیا پروروں نے ''عرس'' کے نام پر ایسی ایسی چیزیں ایجاد کر لیں کہ مخالف کیمپ کو اور بھی تقویت مل گئی اور اب صورت حال یہ ہے کہ مخالفین کا سنیوں پر سب سے پہلا اعتراض عرس وغیرہ ہی کو لیکر ہوتا ہے اور عوام کو یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ سنی وہابی اختلاف کی بنیاد کسی اہم مسئلے پر نہیں بلکہ انہیں چند فروعی مسائل پر ہے جیسا کہ حالات کے

جائزہ سے فقیر راقم السطور کو معلوم ہوا۔

ممکن ہے میری تحریر کچھ لوگوں کو تلخ معلوم ہو مگر میں اس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ درحقیقت دونوں کیمپ کے لوگوں نے زیادتی سے کام لیا فرق صرف اتنا ہے کہ ایک گروپ نے دیدہ ودانستہ اور منصوبہ بند طریقے سے ظلم وزیادتی کی کیوں کہ وہ عوام نہیں بلکہ خواص یعنی علماء کا گروپ ہے۔

اور دوسری جماعت کے علماء نے لفظ عرس کو جس معنی کے لئے استعمال کیا تھا اور جن مقدس اعمال کو عرس کہتے اور اس کے جواز واستحسان کے قائل ہیں ان کے عوام نے اپنی جہالت ونادانی اور عدم واقفیت کی بنا پر اس میں ایسی ایسی رسمیں نکال لیں کہ عرس وغیرہ کی اصلی شکل ہی مسخ ہو کر رہ گئی اور رقص وسرود باجا اور قوالی عورتوں کا ہجوم عرس کے نام پر ہونے لگے اور نوبت بایں جا رسید کہ اب لوگ عرس سے متنفر ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب عرس سے بھی لاتعلق اور بیگانہ ہونے لگے ہیں۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ عوام کی ان خامیوں کی اصلاح کی جاتی اور انہیں اصل حال اور شرعی احکام سے آگاہ کیا جاتا نہ یہ کہ عرس ہی کو ناجائز وحرام اور صاحب عرس کو مطعون اور برا بھلا کہا جاتا۔

مگر نہ جانے کن فائدوں کی خاطر یہ دوسرا رخ ہی چند لوگوں نے اپنایا اور عوام کو گمراہ کر دیا باندہ میں فقیر راقم السطور سے ایک شخص نے حضور خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کا ذکر کرتے ہوئے بڑی جرأت وبے باکی سے یہاں تک کہہ دیا کہ ان لوگوں نے تو ناچ کود کر ہندوستان میں اسلام پھیلایا ہے اور یہی ان کے ماننے والے کرتے ہیں (معاذ اللہ)

ان حالات کو دیکھتے ہوئے اس بے علم تہی دامن نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود ان مقدس ہستیوں پر بھروسہ کرتے ہوئے جو واقعی قابل عرس ہیں ان چند اوراق میں عرس اور بیعت وارادت کا شرعی نقطۂ نظر سے جائزہ لینے کی کوشش کی ہے ساتھ ہی عرس کے نام پر ہونے والی خامیوں کا بھی شرعی محاسبہ کیا ہے ارباب علم ودانش اور احباب کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ ناچیز کی اس حقیر کاوش میں جو کوتاہی ہو اس سے مطلع فرمائیں اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔

تقریظ جلیل

جامع معقول ومنقول حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی صاحب دام ظلہ العالی
شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی ضلع فیض آباد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد!

پیش نظر رسالہ عرس وبیعت وارادت وغیرہا مسائل سے متعلق عزیز گرامی مولانا محمد ''اختر حسین قادری'' سلمہ القدیر القوی نے ترتیب وتالیف کیا ہے۔

موصوف خلیل آباد کے رہنے والے ہیں، اور دار العلوم ربانیہ باندہ میں درس وتدریس اور افتا کے فرائض انجام دے رہے ہیں (مگر اب جمداشاہی میں ہیں) نہایت ذہین وذی استعداد وباصلاحیت مدرس اور ابھرتے ہوئے مضمون نگار ومحرر ہیں اس رسالہ میں انہوں نے غیر جانبداری ودیانت داری سے کام لیا ہے، بے خوف لوم لائم اپنوں اور غیروں کی کوئی فکر وپرواہ نہیں کی ہے سارے مضامین حق وصداقت پر مبنی ہیں مذکورہ عنوان سے متعلق جو باتیں شرع مطہر میں جائز ومستحسن ہیں ان کے جواز واستحسان واستحباب کو دلائل سے ثابت کیا ہے اور جن اشیاء کو شرع مطہر نے ناجائز وحرام فرمایا ہے ان کی حرمت وعدم جواز کو بھی دلائل وبراہین سے مبرہن کیا ہے یہی علمائے حق علمائے اہلسنت کثرہم اللہ تعالیٰ کی شان رہی ہے کہ حق کو حق اور باطل کو باطل کہتے اور بیان کرتے رہے خواہ وہ کسی کے موافق ہو یا مخالف ہو اور انشاء المولی تعالی یوں ہی احقاق حق وابطال باطل کرتے رہیں گے۔

مولانا موصوف نے عرس و بیعت و ارادت وغیرہ کے جواز و استحسان پر مدلل کلام کیا ہے اور اس میں جو بعض جاہل متصوفہ اور ناعاقبت اندیش و دنیادار پیر ہوس دنیا کی خاطر تراش خراش کا اضافہ کر کے اسمیں ملاہی ومناہی کا بھی ارتکاب کرتے کراتے ہیں فاضل موصوف نے ان پیروں کی بھی اچھی طرح خبر لی ہے، عصبیت اور عناد کی عینک اتار کر بغور سنجیدگی سے اگر اس رسالے کا مطالعہ کیا جائے تو حق حق نظر آئے گا اور باطل باطل ہی دکھائی دے گا اور ہر منصف مزاج پر شمس کی طرح روشن ہو جائے گا کہ عرس و فاتحہ و نیاز و میلاد و سلام و قیام وغیرہا جملہ مراسم اہلسنت و جماعت کہ جن مراسم کو اغیار بدعت و ناجائز و حرام و شرک کہتے پھرتے و لکھتے و چھاپتے ہیں وہ سب جائز و مستحسن و مستحب ہیں اب یا تو انہیں بدعت و شرک کہنے والے بدعت و شرک کا معنی ہی نہیں جانتے ہیں یا جانتے ہوئے جان بوجھ کر جاہل اوندھے ہوتے ہیں اور وہی کہتے ہیں جو ان کے آباء واجداد نے کہا ہے خواہ صحیح ہو یا غلط ہم تو وہی کہیں گے جو ہمارے آباءواجداد نے کہا ہے۔

شرع مطہر کی اصل کلی اور اس کا ضابطۂ کلیہ ہے کہ جو فعل جو کام اغراض و مقاصد شرع سے مطابق و موافق ہو وہ فعل اور وہ کام جائز و مستحسن و مستحب ہے اگرچہ وہ فعل دور اقدس و زمانۂ صحابہ کرام میں نہ رہا ہو اور جو فعل و کام شرع مطہر کے اغراض و مقاصد کے مخالف ہو وہ ناجائز و حرام و باطل و مردود ہے یہ حکم مطلق اس کے عام افراد میں جاری و ساری ہے اور جب تک کسی خاص خصوصیت کے ساتھ شرع مطہر میں نہی و ممانعت نہ آئی ہو اس کے جواز مطلق اور اسکے حسن مطلق کے ثبوت کے بعد جواز مقید کے لئے کسی دلیل کی حاجت و ضرورت نہیں، جواز مطلق اور اسکا حسن مطلق ہی جواز مقید پر دلیل قاطع و برہان ساطع ہے اور باوجود اسکے اصل اشیاء میں اباحت و حلت و جواز ہے اسکے خلاف کے لئے دلیل کی حاجت و ضرورت ہے لہذا اصول مناظرہ کے تحت اثبات ممانعت مانعین اور مراسم کو ناجائز و ممنوع کہنے والوں کے ذمہ ہے من ادعاہ فعلیہ البیان۔

عزیز گرامی فاضل موصوف نے شرع مطہر کے اس اصول کی جانب رسالے میں

اجمالاً اشارہ کیا ہے اور ہمارے اسلاف اور علمائے اہلسنّت شکر اللہ مساعیهم الجميلہ ان سارے مباحث کو اعلیٰ درجہ پر طے فرما چکے ہیں۔فجزاهم الله خير الجزاء۔

مولیٰ تعالیٰ فاضل موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اسے اپنوں اور غیروں کے لئے رشد وہدایت اور صلاح وفلاح کا ذریعہ بنائے اور انہیں حق کے قبول کرنے کی توفیق دے اور مولانا موصوف کو دنیا وآخرت میں اس کا صلہ بخشے اور مزید تصنیف وتالیف ودینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ع

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

آمین بجاہ حبیبه الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ فقط

دعا گو ودعا جو

شبیر حسن رضوی

الجامعۃ الاسلامیہ، قصبہ رونا ہی، فیض آباد

دُعائے جمیل

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ
دارالعلوم امجدیہ اہل سنت ارشد العلوم، اوجھا گنج، ضلع بستی

باسمہ وحمدہ تعالیٰ والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ

زیرِ نظر رسالہ ''عرس کی شرعی حیثیت'' میری نگاہ سے گزرا جس میں عزیز گرامی مولانا محمد اختر حسین قادری (سابق) استاذ دارالعلوم ربانیہ باندہ نے عرس وفاتحہ اور بیعت وارادت کے جواز کو دلائل وبراہین کے ساتھ تحریر کیا ہے، اور ان سے متعلق علمائے حق کی اتباع کرتے ہوئے بہت سے ناجائز امور کے عدمِ جواز کو بلاخوف لومۃ لائم واضح الفاظ میں لکھا ہے۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ بزرگوں کے اعراس کو اپنی عزت وشہرت اور آمدنی کا ذریعہ نہ بنائیں انہیں شریعت کی روشنی میں منائیں اور آج کل بہت سی ناجائز باتیں جو اس میں شامل ہو رہی ہیں ان سے پرہیز کریں مذہب اہلسنت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی بدنامی کا باعث ہرگز نہ بنیں۔

دعا ہے کہ خدائے عزوجل اس رسالہ کو شرف قبول سے نوازے۔ اسے مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے اور عزیز موصوف کو اس طرح کی اصلاحی تصنیف وتالیف کی مزید توفیق بخشے اور اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت کے لئے ان کے جذبۂ صادقہ میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ آمین.

بحرمة سيدالمرسلين صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین.

جلال الدین احمد امجدی

۸ / جمادی الآخرہ ۱۴۱۶ھ

عرس کا مطلب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد!

یہاں مختصراً ''عرس'' کی لغوی و شرعی حیثیت ذکر کی جائے گی اور قرآن وحدیث اور علمائے کرام کے ارشادات کے مطابق اس کے احکام بیان کئے جائیں گے اور اس سلسلے میں بے خوف لومۃ لائم حقانیت کو افراط و تفریط کے جذبے سے ہٹ کر واضح کیا جائے گا۔

اولاً یہ معلوم ہو جانا ضروری ہے کہ ''عرس'' کسے کہتے ہیں تو لیجئے ملاحظہ فرمایئے کہ عرس کا معنی شادی اور خوشی ہوتا ہے مگر فیروز اللغات میں لفظ عرس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ کسی بزرگ کی سالانہ مجلس فاتحہ جو تاریخ وفات پر ہو اور غیاث اللغات میں ہے:

مجازاً بمعنی مجلس طعام فاتحہ بزرگاں کہ بروز وفات بعد از سالے کنند چراکہ رحلت از غمکدۂ دنیا بمنزلۂ شان عروسی ست بحق عاشقا (۱)

عرس مجازاً بزرگوں کی فاتحہ کے کھانے کی مجلس کو کہتے ہیں جو ان کی وفات کے دن سال بھر بعد منعقد کرتے ہیں کیونکہ دنیا کے غمکدہ سے کوچ کرنا عاشقوں کے حق میں بمنزلۂ شان عروسی ہے۔

لفظ ''عرس'' کا استعمال معنیٰ مذکور کے لئے اس حدیث شریف سے لیا گیا ہے:

نم کنومۃ العروس الذی لا یوقظہ الا احب اھلہ. (۲)

جب بندہ قبر میں مکمل جواب دے دیتا ہے تو حکم ہوتا ہے سو جا جیسے عروس یعنی دولھا سوتا ہے جس کو اس کے گھر والوں میں اس کے سب سے پیارے کے سوا کوئی نہیں جگاتا۔

بلاشبہ حقیقت یہی ہے کہ بندہ جس دن امتحان گاہ صدق و اخلاص میں کامیاب ہو جائے اور اس پر رحم و کرم کی برسات ہونے لگے تو وہ دن اس کے لئے دنیا کے تمام دنوں سے زیادہ خوشی و شادمانی کا دن ہوتا ہے اور جن کو قبر میں سرخروئی اور عزت و تکریم نصیب ہو ان کے لئے موت کا دن یقیناً عرس یعنی شادی کا دن ہے۔

چونکہ اللہ کے نیک اور متقی بندوں کو قبر میں اللہ کے فضل و کرم سے خوشی ہی خوشی رہتی ہے کہ وصال یار ہوتا ہے اس لئے اولیاے کرام کے روز وفات کو "عرس" کہا جاتا ہے جس کی تائید خود حدیث شریف سے ہو رہی ہے۔

شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور تصنیف فیصلہ ہفت مسئلہ میں بیان کیا ہے کہ لفظ "عرس" ماخوذ اس حدیث شریف سے ہے:

"نم کنومة العروس"

یعنی بندہ صالح سے کہا جاتا ہے کہ عروس کی طرح آرام کر کیوں کہ موت مقبولان الٰہی کے حق میں وصال محبوب حقیقی ہے اس سے بڑھ کر کون سی عروسی ہے؟

حضرت صدر الافاضل علامہ شاہ نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

"بزرگان دین کے مزارات پر ان کی وفات کے دن زیارت و حصول برکت اور ایصال ثواب کے لئے سالانہ حاضر ہونے کو عرس کہتے ہیں"۔

ان بیانات سے معلوم ہوا کہ عرس میں خصوصیت کے ساتھ یہ چار کام ہوتے ہیں:

۱- مزارات و مقابر پر سالانہ حاضری۔

۲- وفات کے دن کی تعیین۔

۳- فیوض و برکات کا حصول۔

۴- ایصال ثواب

ہم ان چاروں کاموں کے احکام قرآن و حدیث اور علماے امت کے معتبر اقوال

سے واضح کریں گے، جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ عرس امور خیر اور اعمال حسنہ کے مجموعے کا نام ہے پھر یہ فیصلہ اپنے ناظرین کرام پر چھوڑ دیں گے کہ عرس شرک و بدعت اور حرام ہے یا جائز بہتر اور مستحب ہے۔

مزارات پر سالانہ حاضری:

سال بسال حاضری وزیارت مقابر کے لئے جانا خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عن عباد بن ابی صالح ان رسول اللہ کان یاتی قبور الشهداء باحد علی راس کل حول فیقول "سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبى الدار" قال! وجاء ها ابوبکر ثم عمر ثم عثمان رضی اللہ عنهم فلما قدم معاوية بن ابی سفیان حاجا جاء هم قال کان النبی اذا واجه الشعب قال سلام علیکم بما صبرتم فنعم اجر العاملین۔ (۳)

حضرت عباد بن ابی صالح سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جنگ احد کے شہداء کی قبروں کی زیارت کے لئے ہر شروع سال میں تشریف لاتے، اور "سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبى الدار" فرماتے۔ راوی نے کہا! حضور کے بعد ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ تشریف لایا کرتے تھے۔ جب حضرت معاویہ بن ابوسفیان حج کے لئے تشریف لائے اور مدینہ طیبہ گئے تو ان شہداء کے پاس آئے راوی کا بیان ہے کہ حضور ﷺ جب گھاٹی کے سامنے آتے تو "سلام علیکم بما صبرتم فنعم اجر العاملین" فرماتے۔

عمدۃ المحققین امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

عن رسول اللّٰہ انہ کان یاتی قبور الشھداء راس کل حول فیقول السلام علیکم بماصبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعة ھکذا کانوایفعلون. (٤)

حضور اقدس ﷺ ہر سال کے شروع میں شہداء کرام کی قبروں پر تشریف لاتے تھے اور "السلام علیکم بماصبرتم فنعم عقبی الدار" فرماتے، اور خلفاء اربعہ بھی اسی طرح کرتے تھے۔

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

روی ابن ابی شیبة ان النبی کان یاتی قبور الشھداء باحد علیٰ راس کل حول فیقول السلام علیکم بماصبرتم فنعم عقبی الدار. (٥)

ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ہر شروع سال میں شہداء احد کی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لاتے اور فرماتے: "السلام علیکم بماصبر تم فنعم عقبی الدار"۔

ان احادیث سے یہ امر بالکل واضح ہے کہ حضور اقدس ﷺ اور خلفاء راشدین ؓ کا یہ معمول تھا کہ ہر سال شہداء کرام کی قبروں پر تشریف لے جاتے، انہیں سلام کرتے اوران کے لئے دعاء مغفرت کرتے تھے۔

ٹھیک اسی طرح مسلمان ہر سال بزرگان دین کے مزارات ومقابر پر حاضر ہوتے ہیں، اور سلام ودعا، تلاوت قرآن شریف وغیرہ کرتے ہیں، اور فیوض وبرکات لیتے ہیں۔ لہذا یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی ہی پیروی ہے اب اسے ناجائز بتانا کہاں تک صحیح ہے اس کا فیصلہ ہم آپ پر چھوڑ دے رہے ہیں۔ البتہ اس سلسلے میں "زبدۃ النصائح" کی ایک چشم کشا عبارت پیش کردیتے ہیں اس میں تحریر ہے:

آرے زیارت وتبرک بقبور صالحین وامداد ایشان باھداء

ہاں! بزرگان دین کی بارگاہ میں حاضری دینا ان کی قبروں سے برکت حاصل

ثواب وتلاوت قرآن ودعاء خیروتقسیم طعام وشیرینی امر مستحسن وخوب ست باجماع علماء. (٦)

کرنا اوران کی خدمت میں تلاوت، قرآن، دعاء خیر اور طعام وشیرینی تقسیم کرکے ان سب کا ثواب پہونچانا اوران کی مدد کرنا عمدہ اور اچھی چیز ہے اوراس پر علماء کرام کا اتفاق ہے۔

اورسراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ایک جگہ رقمطراز ہیں:

درتفسیر "درمنثور" نقل نموده كه هرسر سال آنحضرت برمقابرمی رفتندودعاء برائے مغفرت اهل قبورمی نمودند"۔ (٧)

"تفسیر "درمنثور" میں منقول ہے کہ: آنحضرت ﷺ ہرشروع سال میں قبرستان میں تشریف لے جاتے تھے، اوردعا واسطے مغفرت اہل قبور کرتے تھے"۔

ان تمام تفصیلات سے یہ حقیقت مثل آفتاب روشن ہے کہ "مزارات ومقابر" پر سال بسال حاضری دینا سنت صحابہ اور طریقہ علماء ومومنین ہے جو بلاشبہ جائز ومستحسن ہے۔

۲-وفات کے دن کی تعیین:

"عرس" کے مفہوم کا ایک جزیہ بھی ہے کہ صاحب عرس کا جس دن انتقال ہوتا ہے، وہی دن "عرس" کے لئے متعین کیا جاتا ہے، بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ دن متعین کرکے فاتحہ وغیرہ کرنا اور عرس کرنا صحیح نہیں ہے۔

اس کے متعلق کچھ عرض کرنے سے قبل مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حدیثوں کو پیش کردیا جائے جن میں قبروں کی زیارت وغیرہ کے لئے دن متعین کرنے کا ثبوت بالکل صاف صاف ملتا ہے پھر خاص کر وفات کے دن کو متعین کرنے کا سبب ذکر کیا جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ: "خاص کر جمعرات وجمعہ کو والدین کی قبر کی زیارت کرنے سے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں"۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

من زار قبر ابویه او احدهما فی کل جُمعة غُفرله وکُتب برّاً. (۸)

جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر پر حاضری ہر جمعہ کو دیا کرے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور وہ خدا کے یہاں نیکوکار لکھا جائے گا۔

امام بیہقی "شعب الایمان " میں محمد بن واسع سے راوی کہ:'' وہ جمعہ کو زیارت قبور کو جایا کرتے تھے۔ کسی نے کہا! اگر دوشنبہ تک ملتوی کرتے تو اچھا ہوتا۔ آپ نے فرمایا:

بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارهم یوم الجمعة ویوماقبله و یوما بعده. (۹)

مجھے حدیث پہونچی ہے کہ مردے ان لوگوں کو پہچانتے ہیں جو جمعہ کے دن اور اس کے ایک دن قبل اور ایک دن بعد مردوں کی زیارت کرنے جاتے ہیں۔

وقال ضحاك من زارقبراً یوم السبت قبل طلوع الشمس علم المیت بزیارته قیل له کیف ذلك قال! المکان یوم الجمعة۔ (۱۰)

اور ضحاک نے کہا! جو شخص سنیچر کے دن طلوع آفتاب سے پہلے کسی قبر کی زیارت کو جائے تو صاحب قبر اس کو پہچانتا ہے۔ کسی نے پوچھا یہ کیسے؟ فرمایا! جمعہ کی خیر و برکت سے۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ امر واضح ہو گیا کہ زیارت مقابر و مزارات کے لئے دن متعین کرنا مسنون ہے۔ اب آیئے دیکھیں کہ زیارت کے لئے خاص کر یوم وفات کو متعین کرنا بھی درست ہے یا نہیں؟

علمائے کرام کے ارشادات پیش کرنے سے پہلے ایک اہم بات ذہن نشین کرا دینا بہتر ہے تا کہ گفتگو سمجھنے میں دشواری نہ ہو، وہ یہ کہ کسی چیز کی تعیین دو طرح سے ہوتی ہے (۱) تعیین شرعی (۲) تعیین عادی۔

''تعیین شرعی'' کا مطلب یہ ہے کہ خود شریعت مطہرہ نے کسی کام کے لئے کوئی

وقت خاص کر دیا ہو کہ اس کے علاوہ کسی اور وقت میں نہ ہو سکے جیسے بقرہ عید (ذی الحجہ) کی ۱۰، ۱۱، ۱۲، تاریخ کو اسلام نے قربانی کے لئے متعین کر دیا ہے اب اگر کوئی شخص ان تاریخوں سے ہٹ کر پہلے یا بعد میں قربانی کرے تو درست نہیں ہوگی اور نہ شریعت میں اس کا اعتبار ہوگا۔

اور ''تعیین عادی'' کا معنی یہ ہوتا ہے کہ شریعت کی طرف سے تو حکم مطلق اور عام ہے، کسی وقت کی قید نہیں ہے جب چاہیں کریں کوئی گناہ نہیں جیسے نکاح، تلاوت، تسبیح وغیرہ۔ ان کے لئے کسی وقت کی قید نہیں ہے۔

لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کسی بھی حکم مطلق کا وجود جب بھی خارج میں پایا جائے گا تو کسی نہ کسی وقت میں اور کسی نہ کسی شکل وصورت کے ساتھ ہی ہوگا، کیونکہ مطلق کا وجود خارج میں بلا تعیین وتخصیص نہیں ہو سکتا ہے مثلاً مطلق انسان کا واس کے افراد زید وعمر کے ضمن میں ہی پایا جائے گا، الگ سے کہیں مطلق انسان ہو ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ''عرس'' کا جب بھی کہیں وجود ہوگا تو کسی نہ کسی وقت میں ہی ہوگا وقت کی تعیین وتخصیص کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اتنی بات ذہن نشین کر لینے کے بعد آیئے ان حدیثوں کو دیکھیں جن میں نیک کاموں کے لئے صحابہ وتابعین علماء ومحدثین ﷺ حتی کہ خود حضور ﷺ سے ایام واوقات کا متعین کرنا ثابت ہے مسلم شریف میں ہے:

عن عبد الله بن عمر ان رسول الله كان ياتي قباء كل سبت كان ياتيه راكبا وماشيا قال ابن دينار وكان ابن عمر يفعله (۱۱)	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے۔ آپ پیدل بھی تشریف لے جاتے اور سواری پر بھی ابن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

علمائے کرام نے آغاز درس وافتتاح تعلیم کے لئے ''بدھ'' کو خاص کیا، ان سب

کاموں کے لئے وقت اور دن کی تعیین عادی ہے، جس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ سنیچر کے علاوہ اور دنوں میں مسجد قبا جانا بدھ کے سوا اور دنوں میں درس وتدریس شروع کرنا جائز ہی نہیں ہے یا جتنا ثواب وبرکت اس دن ہے اور دنوں میں نہیں ہے بلکہ صرف اہتمام کی خاطر ان کو متعین کرلیا گیا ہے۔

اسی طرح زیارت مزارات وغیرہ کے لئے وفات کا دن متعین کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اور دنوں میں ایصال ثواب نہیں ہوگا یا ثواب میں کمی آجائے گی مگر چونکہ بزرگان دین کا یوم وفات ان کے لئے سرور وشادمانی کا دن ہے اور ہم عقیدت مندوں کے لئے بھی فیوض وبرکات پاکر شکر الٰہی بجالانے اور مزید انعام کے مستحق ہونے کا دن ہے اس لئے وہ دن متعین کردیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"دوم آں کہ بہیئت اجتماعیہ مردماں کثیر جمع شوند وختم کلام اللہ کنند وفاتحہ برشیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضراں نمایند ایں قسم معمول درزمان پیغمبر خداو خلفائے راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند باک نیست زیراکہ دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیاو اموات راحاصل می شود"۔ (۱۲)

"یعنی بہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع ہوئیں، اور ختم قرآن کریم کریں، اور شرینی یا کھانا فاتحہ کریں اور اس کو حاضرین میں تقسیم کریں، ایسا معمول زمانۂ پیغمبر علیہ السلام وخلفاء راشدین میں نہ تھا لیکن ایسا کرنے میں مضائقہ بھی نہیں ہے اس واسطے کہ اس میں کوئی برائی بھی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں احیاء واموات کو فائدہ حاصل ہوتا ہے"۔

حضرت شاہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

"مقصود ایجاد رسم عرس سے یہ تھا کہ سب سلسلہ کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہوجائیں، باہم ملاقات بھی ہوجائے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن وطعام کا ثواب بھی

پہونچایا جائے یہ مصلحت ہے تعیین یوم میں، رہا خاص کر یوم وفات کا مقرر کرنا تو اس میں اسرار مخفیہ ہیں جن کا اظہار ضروری نہیں ہے"۔ (۱۳)

وہ اسرار مخفیہ کیا ہیں ان میں سے ایک کا پردہ اٹھایا جاتا ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ یوم وفات کی تعیین کا فائدہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"اولیاے کرام کی ارواح طیبہ کو ان کے وصال شریف کے دن قبور کریمہ کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے چنانچہ وہ وقت جو خاص وصال کا ہے اخذ برکات کے لئے زیادہ مناسب ہوتا ہے"۔ (۱٤)

ایک مخالف کی شہادت:

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے:

"ہر دو حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مقصود مباح یا کسی طاعت کے لئے تعیین یوم اگر باعتقاد قربت نہ ہو بلکہ کسی مباح مصلحت کے لئے ہو تو جائز ہے جیسے مدارس دینیہ میں اسباق کے لئے گھنٹے متعین ہوتے ہیں، اور اگر باعتقاد قربت ہو تو منہی عنہ ہے۔ پس "عرس" میں جو تاریخ معین ہوتی ہے اگر اس تعیین کو قربت نہ سمجھیں بلکہ اور کسی مصلحت سے یہ تعیین ہو مثلاً سہولت اجتماع تا کہ تداعی کی صعوبت یا بعض اوقات اس کی کراہت کے شبہ سے مامون رہیں، اور خود اجتماع اس مصلحت سے ہو کہ ایک سلسلہ کے احباب باہم ملاقات کر کے حب فی اللہ کو ترقی دیں، اور اپنے بزرگوں کو آسانی سے اور کثیر مقدار میں اجتماع میں حاصل ہے فائدہ پہونچانا ہے بے تکلف میسر ہو جاوے، نیز اس اجتماع میں طالبوں کو اپنے لئے شیخ کا انتخاب بھی سہل ہوتا ہے یہ تو ظاہری مصالح ہیں جو مشاہد ہیں یا کوئی باطنی مصلحت داعی ہو جیسا میں نے بعض اکابر اہل ذوق سے سنا ہے کہ میت کو اپنے یوم وفات کے عود سے وصول ثواب کے انتظار کی تجدید ہوتی ہے، اور یہ مصلحت محض کشفی ہے، جس کا کوئی مکذب عقلی یا نقلی موجود نہیں ہے۔ اس لئے صاحب کشف کو یا اس صاحب کشف کے

معتقد کو بدرجہ ظن اس کشف کی رعایت کرنا جائز ہے۔ البتہ جزم جائز نہیں بہر حال اگر ایسے مصالح سے یہ تعیین ہو تو فی نفسہ جائز ہے"۔ (۱۵)

الحمدللہ! یہ مسئلہ آفتاب کی مثل روشن وظاہر ہو گیا کہ کوئی دن متعین کرنا خواہ وفات کا دن ہو یا کوئی اور دن شریعت کے مطابق ہے یہ ناجائز وحرام نہیں ہے۔

ایصال ثواب کرنا:

اس بارے میں قرآن کریم کی آیتیں احادیث طیبہ کا ایک ذخیرہ اور علمائے کرام کے ارشادات کا انبار ہے کہ زندوں کا صدقہ خود انہیں بھی مفید ہوتا ہے اور مردوں کو بھی اس کا ثواب پہونچتا ہے بطور نمونہ چند شواہد ہدیۂ ناظرین ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ومن تطوع خیرافان اللہ شاکر علیم ۔(۱٦) جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دینے والا خبردار ہے

اس آیت میں " تطوع " کا کلمہ مذکور ہے جس کا معنی ہے ہر وہ چیز جو نہ فرض ہو نہ واجب بلکہ انسان اس کو اپنی خوشی سے انجام دے۔

اب اگر کوئی بھی مسلمان کسی طرح کا کسی درجے کا نیک کام اپنی خوشی سے کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کاملہ سے کرنے والے کے صدق واخلاص کے اعتبار سے اجر وثواب عطا فرمائے گا۔ ایسے ہی ایصال ثواب بھی ایک طرح کا " تطوع " ہے، تو اس کے جائز وبہتر ہونے میں بھی کسی شک کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔ ایک دوسری جگہ اور ہے:

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ (۱۷) اے ہمارے پروردگار تو ہماری اور ایمان کے ساتھ جانے والے بھائیوں کی مغفرت فرما۔

اس آیت کریمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں وہ اپنی مغفرت کی تو دعا کرتے ہی ہیں ساتھ ہی اپنے مومن بھائیوں کی بھی بخشش چاہتے ہیں۔

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ زندوں کی دعاء خیر اور صدقے سے انہیں بھی نفع ہوتا ہے اور دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ قرآن کریم سے ایصال ثواب کا ثبوت ملنے کے بعد آیئے حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن موتانا ونحج عنهم وندعولهم فهل يصل اليهم ذلك؟ فقال نعم! انه يصل اليهم ويفرحون كما يفرح احدكم بالطبق اذا اهدى اليه. (١٨)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ایک شخص نے حضور ﷺ سے سوال کیا: یارسول اللہ! ہم مردوں کی طرف سے حج کرتے ہیں ان کی طرف سے حج کرتے ہیں ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں تو کیا یہ سب چیزیں انہیں پہنچتی ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا! بیشک وہ انہیں پہنچتی ہیں، اور وہ خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کسی کو طبق ہدیہ کیا جائے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

عن عائشة رضى الله عنها ان رجلا اتى النبى فقال يارسول الله! ان امى افتلتت نفسها ولم توص واظنها لو تكلمت تصدقت افلها اجر ان تصدقت عنها؟ قال: نعم! (١٩)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میری ماں کا اچانک انتقال ہو گیا ہے اور وہ کوئی وصیت کر نہ سکیں میرا خیال ہے کہ اگر وہ کچھ بولنے کا موقع پاتیں تو صدقہ کرتیں اگر میں ان کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا اس کا ثواب انہیں ملے گا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں۔

اس حدیث کی شرح میں امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

فی هذاالحدیث ان الصدقة عن المیت تنفع المیت ویصل ثوابها وهوکذالك باجماع العلماء۔ (۲۰)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے پر میت کو فائدہ پہنچتا ہے اور صدقے کا ثواب اسے ملتا ہے اور یہ بات باتفاق علماء ثابت ہے۔

خاتم الفقہاء علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ رقم فرماتے ہیں:

صرح علماء نا فی باب الحج عن الغیربان للانسان ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوۃ اوصوما اوصدقة اوغیرها کذافی الهدایة (۲۱)

حج بدل کے بیان میں ہمارے علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ آدمی کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کے لئے کردے خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا اور کچھ اسی طرح "ہدایہ" میں ہے۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

الحدیث الثانی والعشرون اخبرنی السید الوالد قال کنت اصنع طعاماً صلة النبی فلم یفتح لی سنة من السنین شئی اصنع به طعاماً فلم اجد الاحمصا مقلیا فقسمته بین الناس فرایتُه وبین یدیه هذا الحمص مبتهجا بشاشاً. (۲۲)

۲۲ ویں حدیث مجھے میرے والد ماجد نے خبر دی کہ: میں ہر سال نبی کریم علیہ السلام کو ایصال ثواب کے لئے کھانا پکواتا تھا ایک سال کچھ فتوح نہ ہوا جس سے کہ کھانا پکواسکوں میں نے بھنا چنا منگوایا اور اسی کو لوگوں میں تقسیم کردیا تو میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا دیکھا کہ حضور کے سامنے وہی بھنا چنا رکھا ہے اور آپ بہت خوش اور مسرور ہیں۔

امام اجل علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وفی دعاء الاحیاء للاموات و صدقتهم ای صدقة الاحیاء عنهم ای عن الاموات نفع لهم ای للاموات۔ (۲۳)

یعنی میت کے لئے زندوں کی دعا کرنے اور مردوں کی طرف سے زندوں کے صدقہ دینے میں مردوں کا فائدہ ہے، وہ اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"مشرب فقیر کا یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیرومرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں"۔ (۲۴)

حاصل کلام یہ ہے کہ ایصال ثواب کے ثبوت میں آیات و احادیث اور فقہاء امت کے ارشادات اتنے زیادہ ہیں کہ ان سب کو اکٹھا کرنا ایک دشوار کام ہے، عقلمند اور صاحب انصاف کے لئے چند دلیلیں ہی کافی ہیں۔

۴-فیوض و برکات حاصل کرنا:

جیسا کہ ماقبل میں عرض کیا گیا ہے کہ قبور مسلمین کی زیارت سنت و محبوب کام ہے۔ تو مزارات اولیاء کی زیارت اور ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر فیوض و برکات لینا بدرجہ اولٰی محبوب و مستحب بلکہ سعادت بر سعادت ہے۔ وہ خدا کے برگزیدہ بندے جن کی نگاہ کرم بگڑے مقدر بناتی ہے جن کی عنایتوں سے ہزاروں عقیدتمندوں کو کامیابی نصیب ہوتی ہے ان بندگان صالحین سے فیوض و برکات حاصل کرنا بلاشبہ جائز و مستحسن ہے۔ ہم ان آیات و احادیث اور اقوال و اعمال امت کو آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں جن سے یہ صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی ذات بابرکات سے حتی کہ ان کے آثار مبارکہ سے بھی فیوض و برکات حاصل کرنا ہمیشہ سے امت مسلمہ کا معمول چلا آرہا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں "تابوت سکینہ" کا ذکر بڑی تفصیل سے موجود ہے، جو بنی اسرائیل کو عنایت کیا گیا تھا اور وہ لوگ اس سے فیض پاتے رہے جب انہیں کسی جنگ

عظیم کا سامنا کرنا پڑتا اور زبردست دشمنوں سے مقابلہ ہوتا تو اس تابوت کو آگے آگے رکھتے اور اس کی برکت سے دشمن پر کامیابی حاصل کرتے قرآن کریم میں ہے:

ان آیة ملکه ان یاتیکم التابوت فیه سکینة من ربکم و بقیة مماترك آل موسیٰ وآل هارون۔ (٢٤)

طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کے بقیہ تبرکات ہیں۔

امام اجل علامہ قاضی عیاض مالکی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

وکانت فی قلنسوة خالد بن الولید شعرات من شعر النبی افسقطت قلنسوته فی بعض حروبه فشد علیها شدة انکر علیه اصحاب النبی لکثرة من قتل فیها فقال لم افعلها بسبب القلنسوة بل لما تضمنته من شعره لئلا اسلب برکتها وتقع بایدی المشرکین۔ (٢٥)

حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں حضور ﷺ کے موئے مبارک تھے کسی جنگ میں وہ ٹوپی گر گئی آپ نے نہایت تیزی کے ساتھ ٹوٹ کر حملہ کر کے اسے حاصل کیا صحابہ کرام نے اس واقعہ سے زیادہ لوگوں کے قتل ہو جانے کے سبب اعتراض کیا آپ نے فرمایا! یہ کام میں نے ٹوپی کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ اس کے اندر حضور ﷺ کے موئے مبارک تھے اس لئے میں نے ایسا کیا تا کہ ان کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں اور وہ کفار کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔

قرآن کریم اور حدیث پاک سے یہ حقیقت بالکل بے غبار ہوگئی کہ بزرگوں کے تبرکات سے بلاشبہ فیوض ملتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جب بزرگوں سے نسبت رکھنے والی

چیزوں سے برکت ملتی ہے تو بھلا خود بزرگوں کی ذات سے کیوں نہ ملے گی اوران سے برکات حاصل کرنا کیوں جائز نہ ہوگا، خودان ذوات قدسیہ سے فیض حاصل کرنا کیسا ہے؟ ملاحظہ ہو:

حضرت علامہ امام موفق بن احمد مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

عن علی بن میمون قال سمعت الشافعی یقول انی اتبرک بابی حنیفة واجیء الی قبرہ یعنی زائراً. (۲۷)

علی بن میمون سے مروی ہے کہ: انہوں نے کہا! میں نے امام شافعی علیہ الرحمہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے فیوض وبرکات حاصل کرتا ہوں اوران کی قبر پر زیارت کے لئے حاضر ہوتا ہوں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ

فاذاعرضت لی حاجة صلیت رکعتین وسئلت اللہ تعالیٰ عند قبرہ فتقضیٰ سریعاً۔ (۲۸)

جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو حاجت جلد پوری ہوجاتی ہے۔

سید العلماء علامہ سید احمد طحطاوی قدس سرہ لکھتے ہیں:

التبرک بزیارة قبور الصالحین من غیر مایخالف الشرع فلا باس به. (۲۹)

بزرگوں کی قبروں کی زیارت کرکے فیوض وبرکات حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ خلاف شریعت کوئی طریقہ نہ اپنایا جائے۔

ان تمام تفصیلات کو دیکھنے کے بعد ہر صاحب ایمان بلاشبہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ حضور ﷺ اورانبیاء کرام اوراولیاء عظام سے فیوض وبرکات حاصل کرنے کا سلسلہ یہ کوئی نئی

ایجاد نہیں ہے۔ بلکہ قدیم زمانے سے یہ معمول چلا آرہا ہے کہ بزرگوں کے آثار مبارکہ اور خود ان پاکیزہ ہستیوں سے فیوض حاصل کئے جاتے رہے ہیں۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اولیائے کرام مظہر ذات کبریا ہوتے ہیں۔ پروردگار عالم ان کو بے پناہ قوت کا مالک بنا دیتا ہے اور اپنی بارگاہ میں قرب خاص عطا فرما دیتا ہے تو بھلا ان کے دربار سے آدمی کیوں نہ مستفیض ہوگا اور وہ اپنا کرم کیوں نہ جاری رکھیں گے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "تفسیر عزیزی" میں دفن میت کو نعمت الٰہی ٹھہراتے ہوئے اس کے منافع اور فوائد میں لکھتے ہیں:

"از اولیاء مدفونین انتفاع واستفادہ جاری ست" (۳۹)

"اولیاء مدفونین سے فائدہ حاصل کرنے کا سلسلہ جاری ہے"۔

غور کیجئے! شاہ صاحب نے صراحتاً یہ فرمایا ہے کہ اولیاء کرام کے فیوض و برکات برابر جاری رہتے ہیں حتی کہ جب انہیں قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تب بھی وہ سلسلہ قائم رہتا ہے۔ اب آگے فیصلہ قارئین کرام پر ہے، وہ خود سوچیں کہ بزرگان دین سے فیوض و برکات حاصل کرنا جائز ہے یا بدعت و حرام اور شرک ہے؟

الحمدللہ! حق کا آفتاب بے حجاب ہوگیا ہے اور "عرس" کے مفہوم کے چاروں اجزاء کی شرعی حیثیت قرآن و حدیث اور علماء کرام کے ارشادات کی روشنی میں واضح ہوگئی، اور الگ الگ ان تمام کاموں کا مستحب و مستحسن ہونا دلیلوں سے ثابت ہوگیا جو مجموعی حیثیت سے "عرس" کہلاتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ ہر کام الگ الگ کئے جائیں تو جائز رہے ان کا اجتماعی طور سے کرنا کسی طرح بھی ناجائز نہیں ہوسکتا ہے بلکہ ان کاموں کا مجموعہ بھی جائز ہی رہے گا۔ اس مقام پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کی نصیحت آمیز تحریر پیش کر دینا زیادہ مناسب ہے تاکہ ان کی عقیدت کا دم بھرنے والے دیوبندی حضرات کو کسی اعتراض کی گنجائش نہ رہ جائے آپ فرماتے ہیں:

"پس حق یہ ہے کہ زیارت مقابر انفراداً و اجتماعاً دونوں طرح جائز ہے اور ایصال ثواب بطعام بھی جائز اور تعیین تاریخ بھی مصلحتاً جائز تو سب مل کر بھی جائز رہا"۔ (۳۰)

دیکھئے شاہ صاحب نے بہت سیدھے سادے الفاظ میں وہی فرمایا ہے جو علماے حق کہتے آئے ہیں۔ اور جن کو کچھ تفصیل سے فقیر نے گزشتہ صفحات میں پیش کر دیا ہے، ناظرین سے آخر میں گزارش ہے کہ ان عبارات کو بغور پڑھیں تا کہ گمراہی سے محفوظ رہ سکیں۔ اللہ تعالیٰ قبول حق کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

ضروری تنبیہ

ماقبل کی تحریر سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ''عرس'' ایک مقدس اور نہایت پاکیزہ عمل کا نام ہے، جو خیر و برکت اور سعادت حاصل کرنے کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔

اس لئے ''عرس'' میں کسی بھی ناجائز حرکت اور غیر اسلامی امر کا ارتکاب بلاشبہ بہت سنگین جرم اور قابل نفرت کام ہے، لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج لوگوں نے ''عرس'' کے نام پر عجیب عجیب رسمیں نکال لیں ہیں اور طرح طرح کی نازیبا حرکتیں کرتے ہیں، جس سے مخالفین کو انگشت نمائی کا موقع ملتا ہے، طرفہ یہ کہ کچھ جاہل نام نہاد پیر بھی اپنی روزی روٹی کا بازار گرم رکھنے کے لئے عوام کی طرح ایسے کاموں کو کر رہے ہیں، جو سراسر غلط اور گناہ ہیں، اس لئے میں اپنے سادہ دل مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی میں ان کی فلاح و بہبود کی خاطر چند سطریں زیارت قبور اور بیعت و ارادت سے متعلق پیش کر رہا ہوں، ارباب علم و دانش اگر اس کو حق و صواب پر مشتمل پائیں تو فقیر ہیچمدان کو اپنی نیک دعاؤں سے محروم نہ کریں اور اگر قصور و کوتاہی کو حق و صواب میں خلل انداز دیکھیں تو اسے فقیر سراپا تقصیر کی کم علمی پر محمول فرما کر اصلاح فرمائیں۔

پہلے ان چند کاموں کا ذکر کیا جا رہا ہے، جس میں عموماً لوگ گرفتار نظر آتے ہیں، اس کے بعد زیارت کرنے کا صحیح طریقہ اور پیری مریدی کا تذکرہ کیا جائے گا۔

(۱) سجدہ کرنا:

لوگ جب کسی بزرگ کے آستانے پر حاضری دیتے ہیں تو ادب و احترام میں ان کے آستانوں کو بوسہ بھی دیتے ہیں مگر بعض حضرات انجانے میں یا جان بوجھ کر بجائے بوسہ دینے کے ''سجدہ'' کرنے لگتے ہیں۔

سجدہ بھی ایک عظیم الشان عمل ہے، جو خدائے تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لئے کسی طرح جائز و درست نہیں ہے کیوں کہ سجدہ میں انسان اپنے جسم کے سب سے افضل و اعلیٰ عضو یعنی ''پیشانی'' کو انتہائی عاجزی اور انکساری میں زمین پر رکھ دیتا ہے، ایسا فعل غیر خدا کے لئے کیا جائے، یہ عقل انسانی بھی قبول نہیں کرتی ہے، بھلا اسلام جیسا مقدس و پاکیزہ دین فطرت کسی کو یہ کیسے اجازت دے سکتا ہے؟

سجدہ خواہ عبادت کی نیت سے کیا جائے یا تعظیم و احترام کے ارادے سے غیر خدا کے لیے بہرحال حرام ہے بلکہ اگر غیر خدا کو کسی نے بہ نیت عبادت سجدہ کیا تو وہ اسلام سے خارج اور کافر ہو جائے گا کیونکہ سجدۂ تعظیمی غیر اللہ کے لئے حرام ہے اور سجدۂ تعبدی کفر ہے۔

مگر حیرت بالائے حیرت ہے کہ عوام تو عوام بعض جاہل پیروں کو بھی اس میں ملوث دیکھا جاتا ہے بلکہ لوگ مزارات پر تو سجدہ کرتے ہی ہیں بہت سے جاہل پیروں کو بھی سجدہ کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ رب العالمین) جبکہ یہ سراسر حرام اور گناہ کبیرہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ایامرکم بالکفر بعداذانتم مسلمون"۔ (۳۱)

کیا نبی تمہیں کفر کا حکم دے بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔

عبد بن حمید اپنی مسند میں امام حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا:

بلغنی ان رجلا قال یارسول اللہ نسلم علیك کما یسلم بعضنا علی بعض افلا نسجدلك قال لا ولکن اکرموا نبیکم واعرفوا الحق لاھلہ فانہ لاینبغی ان یسجد لاحد من دون

مجھے یہ حدیث پہنچی کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم آپ سے اسی طرح سلام کرتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ حضور نے فرمایا! نہیں، البتہ اپنے نبی کی تعظیم کرو اور سجدہ خاص

اللہ فانزل اللہ تعالی ماکان لبشر الی قولہ بعد اذ انتم مسلمون. (۳۲)	خدا کا حق ہے اس کو اسی کے لئے رکھو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ماکان لبشر......الخ.

اس آیت کریمہ کے تحت "اکلیل فی استنباط التنزیل" میں ہے:

"ففیہ تحریم السجود لغیر اللّٰہ تعالیٰ". (۳۳)	اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ کے لئے سجدہ حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنے کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول اللّٰہ لو کنت آمر احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا. (۳٤)	حضور کا فرمان ہے کہ اگر میں کسی کو کسی مخلوق کے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو ضرور حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

"فانّ السجدة لاتحل لغیر اللّٰہ". (۳۵)	غیر اللہ کے لئے ''سجدہ'' کرنا حلال نہیں

فقہ حنفی کی مستند اور مشہور زمانہ تصنیف ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ''جواہر الاخلاطی'' سے منقول ہے:

"من سجد للسلطان علیٰ وجہ التحیۃ او قبّل الارض بین یدیہ لایکفر ولکن یاثم لارتکاب الکبیرۃ". (۳٦)	جس نے بادشاہ کو بطور تعظیم سجدہ کیا یا اس کے سامنے زمین چومی تو کافر تو نہ ہوگا مگر گناہ گار ہوگا کیونکہ اس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔

اسی میں "جامع صغیر" اور "تاتار خانیہ" سے ہے:

"تقبیل الارض بین یدی العظیم	عالموں اور بزرگوں کے سامنے زمین بوسی

حرام وان الفاعل والراضی آثمان". (۳۷)

جاہلوں کا کام ہے، چومنے والے اور اس پر راضی ہونے والے دونوں گنہگار ہیں۔

اسی میں "فتاویٰ غرائب" سے ہے:

"تقبیل الارض بین العلماء والزهاد فعل الجهال والفاعل والراضی آثمان". (۳۸)

عالموں اور بزرگوں کے سامنے زمین چومنا جاہلوں کا کام ہے چومنے والے اس پر راضی ہونے والے دونوں گنہگار ہیں۔

ان ارشادات سے اتنی بات تو سورج کی طرح روشن ہوگئی کہ غیر خدا کو سجدہ کرنا ان کے سامنے زمین بوسی کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے ایسا کرنے والے اس سے راضی ہونے والے سب مجرم خطا کار فاسق وفاجر ہیں، اب آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ مزارات یا کسی پیر فقیر کو سجدہ کرنا ان کے سامنے سر ٹیک دینا یا زمین چومنا جائز ہے یا ناجائز وحرام؟ اور ایسا کرنے والا راضی ہونے والا پیر بنانے کے قابل ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بزرگان دین کا ادب واحترام شریعت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۳۔ محفل سماع وقوالی

یہ مسئلہ یقیناً بہت پیچیدہ اور دشوار ہے اس کے متعلق کچھ عرض کرنا مجھ جیسے بے علم کے بس سے باہر ہے مگر حالات کو دیکھ کر مجبوراً قلم اٹھانا پڑا خطا ولغزش پر پروردگار عالم کی بارگاہ سے معافی کا طلبگار ہوں اور اہل علم حضرات سے اصلاح کا متمنی ہوں۔ فبحبل اللہ تعالیٰ معتصما اقول۔

آج کل "عرس" کے موقع پر جابجا اور مریدین اور معتقدین میں خاص کر کچھ پیروں کا رقص وسرود کا وہ تماشہ ہوتا ہے اور اپنی جھوٹی پیری مریدی برقرار رکھنے کے لئے بعض سجادہ نشیں حضرات مل جل کر ایسی رنگ رلیاں مناتے ہیں کہ غیرت ایمانی کو بھی پسینہ آجاتا ہے اور مسلمانوں کی نگاہیں شرم سے جھک جاتی ہیں کہ جس مسلک کے پیر اور صوفی

حضرات کا یہ عالم ہے ان کے عام لوگ کیا حرکتیں کرتے ہوں گے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پڑھا لکھا طبقہ علماء ومشائخ سے متنفر ہو کر بدعقیدگی کی گود میں پہونچ جاتا ہے ان تمام حالات کا مشاہدہ ہر عقلمند شخص کرتا رہتا ہوگا۔

مسلمانو! ذرا سوچو ''سماع'' کا جلسہ ہوتا ہے حاضرین میں نام نہاد صوفیوں، علانیہ فسق وفجور کرنے والے جاہلوں، خدا ناترس گھرانوں کی عورتیں بلکہ کوئی برا نہ مانے تو کہہ دوں شرابیوں، حرام خوروں، بے شرموں اور بدتمیزوں کی اکثریت رہتی ہے، بلکہ خود صدر نشیں محفل سماع عموماً علم شریعت اور آداب طریقت سے خالی بزرگان دین کے نقش قدم، ان کے ریاضت ومجاہدہ سے کوسوں دور، بلکہ بعض تو نماز وروزہ سے بھی بیگانہ اور لاپرواہ ہوتے ہیں مگر عوام میں اپنی جھوٹی بزرگی دکھانے اور ان سے نذرانے کے نام پر ٹکے سیدھے کرنے کے لئے باجے گاجے کی دھوم محفل سماع کے نام پر مچاتے ہیں اور اس کی نصیحت بھی کرتے ہیں اور پھر اس محفل کی رنگ رلیوں میں اس طرح مشغول کہ نہ نماز واذان کا خیال نہ مسجد وجماعت کی عزت واحترام کا لحاظ، ہاں! ڈھول وہارمونیم کی لذت سے البتہ مسرور ہوتے ہیں اور ناچتے کودتے تھرکتے ہیں گویا عالم وجد اور کیف وحال ہے۔

خدارا انصاف سے بولئے کیا ایسے نفس پرستوں کی ایسی بیہودہ محفل اور فسق وفجور سے بھری ہوئی مجلس کو شریعت کبھی جائز قرار دے سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

سخت حیرت میں ڈوب جانے کی بات ہے کہ ایسی حرکتیں کرنے والے اتنی دیدہ دلیری اور بے باکی سے کام لیتے ہیں کہ وہ اولیاء کرام جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے سب کچھ چھوڑ کر ذکر وفکر عبادت وریاضت میں لگے رہے ان مقدس ہستیوں پر الزام لگاتے ہیں اور کھلم کھلا یہ کہتے پھرتے ہیں کہ فلاں فلاں بزرگ نے ایسا کیا ہے۔

بھلا سوچو تو صحیح کہاں وہ اللہ کے محبوب اور نیک بندے اور ان کی عبادت کی محفلیں اور ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ان کے اوقات اور کہاں یہ ڈھول باجا ناچ کود کی انجمنیں دونوں میں کیا نسبت وتعلق ہے اب آگے کچھ نہ کہہ کر ہم صرف چند ارشادات پیش

کر رہے ہیں جن سے باجے گاجے اوران محفلوں کا حکم خود ہی واضح ہو جائے گا۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ امام المتقین سید نا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

امرنی ربی بمحق المعازف والمزامیر. (۳۹)
میرے رب نے مجھے کھیل تماشے کے آلات اور مزامیر کو مٹانے کا حکم دیا۔

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"مزامیر حرام ست "(۴۰) مزامیر حرام ہیں

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ جوہرہ سے نقل کرتے ہیں:

وما یفعله متصوفة زماننا حرام لایجوز القصد و الجلوس الیهم ومن قبلهم لم یفعل کذالك۔ (۴۱)
اس زمانے میں نام نہاد صوفی جو قوالیاں کرتے ہیں وہ حرام ہے وہاں جانا اور بیٹھنا ناجائز ہے ان کے پہلے لوگوں نے اس طرح نہیں کیا۔

علامہ موصوف اور آگے فرماتے ہیں:

"والحاصل انه لا رخصة فی السماع فی زماننا لان الجنید رحمة اللّٰه علیه تاب عن السماع فی زمانه" (۴۲)
خلاصۂ کلام یہ کہ اس زمانے میں تو سماع کی بالکل ہی اجازت نہیں ہے کیوں کہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے تو اپنے زمانے میں ہی اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔

ناظرین محترم: ایسے کھلے اور صاف لفظوں میں باجوں کا حکم بیان کردینے کے باوجود اگر کوئی اپنے آپ کو عالم، پیر، صوفی کہلانے والا ان چیزوں کا شوقین نظر آتا ہے اور ایسی حرکتیں کرتا ہے تو اسے شرارت نفس اور اطاعت شیطان کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے اس کا فیصلہ خود آپ پر ہے کیا ایسے لوگوں کا عمل لائق اتباع ہے جو شریعت کی مخالفت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں یا پیغمبر اسلام محسن اعظم سید الانس والجان علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد قابل عمل ہے؟ جانبداری، ہٹ دھرمی اور تعصب وعناد کی عینک اتار کر غور فرمالیں۔

۳-مزارات پر عورتوں کی حاضری

اس بے پردگی اور بے شرمی کے دور میں جس طرح پارکوں، کلبوں، تفریح گاہوں اور کالجوں کو ذہنی عیاشی اور بے حیائی کا اڈہ بنالیا گیا ہے اور کسی بھی طرح کی حرکت کرنے کو کوئی جرم نہیں سمجھا جاتا ہے اور بہت سی ایسی حرکتیں کی جاتی ہیں جن سے انسان تو انسان جانور بھی غیرت سے نگاہ نیچی کرلے، مجھے یہ تحریر کرنے میں کوئی جھجھک نہیں محسوس ہورہی ہے کہ بعض مقدس مقامات اور مزارات ومقابر کو بھی ان ہی حرکتوں سے ملوث کرنے میں کچھ لوگ ذرا بھی خوف خدا دل میں نہیں رکھتے ہیں اور ان پاکیزہ جگہوں کو بھی اپنے غلط وجود کا مرکز بنادے رہے ہیں، ان غلط کاموں اور برائیوں کو بڑھانے میں عورتوں کا ہجوم ان کا بن ٹھن کر بے پردہ مردوں کے بیچ آنا جانا اسپرٹ اور پٹرول سے کم کام نہیں کرتا ہے، ان تمام باتوں کا احساس ہر سنجیدہ اور پڑھے لکھے طبقے کو ضرور ہورہا ہوگا، ایسے حالات میں کیا عورتوں کو یہ اجازت ہوسکتی ہے کہ وہ ان مقدس مقامات پر حاضر ہوا کریں، کیا کوئی عالم دین اس کو بہتر کہہ سکتا ہے کہ عورتیں مزارات پر فاتحہ دلانے اور فیض لینے پہونچیں، ہرگز ہرگز نہیں، بھلا کون اس کو اچھا کہے گا، جب کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ ''خواتین کا مزارات پر جانا ممنوع ہے۔

لیکن یہ وقت کا بہت بڑا المیہ ہے کہ علماء اور صوفیاء کا لبادہ اوڑھ کر کچھ لوگ باقاعدہ عورتوں کو عرسوں میں اور دوسری اسی طرح کی مجلسوں میں دعوت شرکت دیتے پھرتے ہیں، ان کو بلاتے ہیں اور میلہ وتماشا میں بھیڑ بڑھاتے ہیں، بلکہ بعض پیر اور نام نہاد بزرگ حضرات تو اجنبی عورتوں سے دست بوسی ومصافحہ بلکہ پیر بھی دبواتے ملیں گے۔ نعوذ باللہ من ھذا۔

مزارات پر عورتوں کے جانے کے متعلق حدیث اور ارشادات علمائے دین پیش خدمت ہیں، ان کو ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی ہریرۃ أن رسول اللہ لعن زوارات القبور۔ (٤٣)

حضرت ابوہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کرتی ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ولقد کرہ اکثر العلماء خروجھن الی الصلوات فکیف الی المقابر"۔ (٤٤)

اکثر علماء نے عورتوں کو نماز کے لیے مسجد میں جانے کو ناجائز فرمایا ہے تو بھلا قبروں کا حال کیا ہوگا؟ (یعنی وہاں جانا تو بدرجۂ اولی ناجائز ہے)۔

فقیہ اسلام اعلی حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

"غنیۃ" میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ پوچھو کہ کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے، جس وقت وہ ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہوجاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں"۔ (٤٥)

انصاف کیجئے کہ جس کام سے حضور ﷺ نے بچنے کی سخت تاکید فرمائی اور کرنے والے پر لعنت کی ہو فقہائے اسلام نے جسے جگہ جگہ ممنوع قرار دیا ہو بزرگان دین نے جس سے پرہیز کرنے کا حکم دیا ہو علمائے دین نے مکروہ و ناجائز لکھا ہو، کیا کوئی ولی، عالم اور پیر اس کو کرنے کی اجازت دے سکتا ہے؟

مسلمانو! آپ تھوڑی دیر غور و فکر سے کام لیں، شریعت کے مسئلوں کو گہری نظر سے دیکھیں تو یہ بات بڑی آسانی سے حل ہو جائے گی۔

کون نہیں جانتا کہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنے کی سخت تاکید ہے اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کو عام تھا مگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانۂ مبارک میں ہی فتنہ و فساد کے خوف سے عورتوں کو مسجد جانے سے روک دیا گیا۔ تو جب اس مقدس اور پاکیزہ دور میں فتنہ و فساد کی وجہ سے عورتوں کو مسجد جانے سے منع کر دیا گیا اور ان سے مسجد میں

جماعت کی حاضری ختم کردی گئی جو کہ سنت موکدہ قریب بواجب ہے، تو بھلا مزارات ومقابر پر اس پرفتن دور اور گندے ماحول میں وہ بھی بے پردہ زیب وزینت کے ساتھ جانا کیوں کر جائز ہوسکتا ہے، اور ایسا کرنا شریعت میں کس حد تک پسندیدہ ہوگا اس کا فیصلہ خود آپ کرلیں۔

ایک اہم سوال:

''ضروری تنبیہ'' عنوان کے تحت جو کچھ بیان کیا گیا اس کو پڑھ کر بلاشبہ آپ کے ذہن میں یہ سوال ابھر گیا ہوگا کہ جب ''عرس'' میں لوگ اتنی غلط حرکتیں کرتے ہیں، اور جاہل پیر بھی اس میں ملوث نظر آتے ہیں تو ایسی صورت میں ''عرس'' میں شرکت کرنی چاہئے کہ نہیں، اور پیر کس طرح کا ہو جس سے بیعت کی جائے۔

جواب:

اس سلسلے میں چند سطریں حاضر ہیں، امید ہے کہ مسئلہ کافی حد تک صاف ہوجائے گا اور ذہنی خلفشار ختم ہوجائے گا۔ پہلی بات تو یہ جاننی چاہئے کہ اگر کہیں کوئی اچھا اور نیک کام ہورہا ہو اور وہاں کچھ لوگوں کی نادانی اور خدا ناترسی کی بنا پر کچھ ناجائز وغلط کام بھی ہونے لگے تو کیا ان غلط اور ناجائز کاموں کی وجہ سے نیک اور کار خیر کو بھی چھوڑ دیا جائیگا؟ یا اس نیک کام پر عمل کیا جائے گا؟ باقی رہے امور غیر شرعیہ اور افعال قبیحہ تو ان کو برا جانا جائے گا، اور حتی الامکان روکا جائے گا۔ حدیث مبارک میں ہے:

رَسُوْلَ للّٰہ ا یَقُوْلُ مَنْ رَاءَ مِنْکُمْ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ. (۴۶)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ”تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو چاہئے کہ اپنے ہاتھوں سے مٹادے، اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس بھی قدرت نہیں رکھتا تو دل سے برا جانے، اور یہ بہت کمزور درجہ کا ایمان ہے“۔

اس حدیث پاک کا واضح مطلب یہ ہے کہ جو بااثر اور صاحب اختیار لوگ ہیں کہ عوام ان کے منع کرنے سے باز آجائیں گے ان پر لازم ہے کہ افعال غیر شرعیہ اور غلط و ناجائز کام کرنے سے لوگوں کو روکیں، اور انہیں ناجائز و خلاف شرع مجلسوں کے منعقد کرنے سے باز رکھیں، ورنہ وہ لوگ خود بھی ماخوذ ہونگے اور قیامت میں ان کو جوابدہ ہونا پڑے گا، اور اگر کسی شخص میں اتنی قدرت نہیں ہے کہ روک سکے تو کم از کم غلط باتوں کو برا سمجھے جیسے جنازہ کے ساتھ عورتوں کا جانا منع ہے لیکن اگر وہ جائیں تو مردوں کو انہیں منع کرنا چاہئے، اور اگر وہ نہ مانیں تو کم از کم مردوں کے لئے لازم ہے کہ عورتوں کی اس حرکت کو برا جانیں۔

البتہ ایک بات یہ رہ جاتی ہے کہ جہاں اچھا کام ہو رہا ہو اور کچھ ناجائز حرکت بھی وہاں ہونے لگے تو کیا کرنا چاہئے؟ تو اسی جنازہ میں عورتوں کے چلنے والے مسئلہ پر غور کر لیجئے معاملہ حل ہو جائے گا، فقہاء کرام نے صاف صاف فرمایا ہے کہ عورتیں اگر چلیں تو مرد ان کو روکیں ورنہ کم از کم دل سے برا جانیں، اور رہا جنازے میں مردوں کا شریک ہونا تو وہ ضروری ہے۔ ایک ناجائز کام کی وجہ سے نیک کام سے نہ رکیں گے۔

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ اولیائے کرام کے اعراس مبارکہ بلاشبہ جائز و مستحسن ہیں، اور جو بہت ساری غیر شرعی حرکتیں وہاں ہوتی ہیں جن کو جاہلوں نے رائج کر رکھا ہے وہ بیشک گناہ ہیں، مگر ان کی وجہ سے ”زیارت“ ترک نہ کی جائے، بلکہ وہاں حاضری دے، فاتحہ و ایصال ثواب کرے۔ ہاں! ان غلط کاموں میں ہرگز شرکت نہ

کرے، بلکہ ان کو برا جانے اور ان کی اصلاح میں جدو جہد کرتا رہے یہی علمائے اسلام کا ارشاد ہے۔ چنانچہ خاتم الفقہاء علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

قَالَ اِبْنُ حَجَرٍ فِیْ فَتَاوَاہُ وَلَاتُتْرَكُ لِمَا يَحْصُلُ عِنْدَهَا مِنْ مُنْكَرَاتٍ وَمُفَاسِدَكَاِ خْتِلَاطِ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْقُرُبَاتِ لَاتُتْرَكُ بِمِثْلِ ذٰلِكَ بَلْ عَلَى الْاِنْسَانِ فِعْلُهَا وَاِنْكَارُ الْبِدَعِ بَلْ وَاِزَالَتُهَا اِنْ اَمْكَنَ۔ (٤٧)

ابن حجر نے اپنے فتوی میں فرمایا کہ: قبروں کے پاس جو منکرات شرعیہ اور غلط حرکتیں پائی جاتی ہیں مثلاً عورتوں مردوں کا خلط ملط ہونا وغیرہ تو ان کی وجہ سے زیارت ترک نہ کی جائے، کیونکہ نیکیاں ان وجہوں سے چھوڑی نہیں جاتی ہیں، بلکہ آدمی کو انہیں کرنا چاہیے، اور غلط کاموں کو برا سمجھنا چاہیے بلکہ اگر قدرت ہو تو مٹانا چاہیے۔

ہاتھ میں پیلا دھاگہ باندھنا

مسلمانوں میں بہت سی در آمد خرافات اور برائیوں میں سے ایک بری رسم یہ بھی ہو چلی ہے کہ مزارات مبارکہ کی حاضری کے ساتھ وہاں سے پیلا دھاگہ ہاتھوں میں باندھے لوٹتے ہیں جب کہ اس کا باندھنا سخت ناجائز و حرام ہے۔ بلکہ بعض نے اسے کفر تک لکھا ہے۔ (العیاذ باللہ) حیرت ہے کہ بعض حضرات نے اپنی روزی روٹی کا بازار گرم رکھنے کے لئے ایسے طریقے نکال لئے جو مسلمانوں کو کفر کی دہلیز تک پہنچانے والے ہیں۔

مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہاتھوں میں اس طرح کے دھاگوں کو باندھنے سے مکمل پرہیز کریں خواہ وہ کسی بھی جگہ کا بتایا جائے کیونکہ ہاتھوں میں اس کا باندھنا کافروں مشرکوں اور غیر مسلموں کا طریقہ ہے اور اس میں ان سے مشابہت ہے۔ جو کہ ناجائز و حرام ہے رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

من تشبه بقوم فهو منهم.
(سنن ابی داؤد، ص۵۵۹، ج۲)

جو کسی قوم سے مشابہت کرے وہ اسی میں کا ہے۔

حضرت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ علامہ زیلعی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

قال الزيلعي ثم الرتيمة قد تشبه و بالتميمة على بعض الناس و هي خيط كان يربط في العنق اوفي اليد في الجاهلية لدفع المضرة عن انفسهم على زعمهم و هو منهي عنه و ذكر في حدود الايمان انه كفر اه و في الشبلي عن ابن الاثير التمائم جمع تميمة و هي خرزات كانت العرب تعلقها على اولادهم يتقون بها العين في زعمهم فابطلها الاسلام.
(ردالمحتار، ص۲۳۲، ۵ مكتبه زكريا، ديوبند)

علامہ زیلعی نے فرمایا پھر بعض حضرات پر رتیمہ کا تمیمہ سے اشتباہ ہو جاتا ہے جب کہ تمیمہ وہ دھاگہ ہے جو زمانہ جاہلیت میں کفار و مشرکین اپنے گلے میں یا ہاتھ پر باندھتے تھے اس خیال سے کہ ان سے پریشانی دور ہو جائے گی۔ اسے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ اور حدود الایمان میں ذکر فرمایا کہ یہ کفر ہے اور حاشیہ شبلی میں ابن اثیر کے حوالہ سے ہے کہ تمائم تمیمہ کی جمع ہے اور تمیمہ وہ دھاگے ہیں جنہیں عرب اپنی اولاد کے گلے میں اس گمان سے لٹکاتے تھے کہ وہ نظر بد سے محفوظ رہیں گے تو اسلام نے اسے مٹا دیا۔

کیسی صاف تصریح موجود ہے کہ اس طرح سے دھاگے زمانہ جاہلیت میں کفار و مشرکین باندھتے تھے اور جب مذہب اسلام آیا تو اس نے اس شرکیہ فعل سے اہل ایمان کو روک دیا۔ مسلمان آنکھیں کھولیں اپنے ایمان کی حفاظت کریں اور جاہلوں کافروں اور مشرکوں کے طریقے پر چل کر اپنی آخرت برباد نہ کریں۔

بیعت وارادت

حضور ﷺ کے خاص غلاموں اور راہ معرفت طے کرنے والوں میں سے کسی کے رشتہ بیعت میں سے جڑ جانے اور ان کے دست حق پرست پر اپنا ہاتھ رکھ کر غلط کاموں سے پرہیز کرنے اور فرائض و واجبات وغیرہ نیکیوں کی پابندی کرنے کا عہد کرلینا عرف میں ''مرید'' ہونا کہلاتا ہے۔

بلاشبہ یہ عظیم ترین خوش نصیبی ہے کہ آدمی خود کو محبوبان خدا کی بارگاہ میں حاضر کردے، اور ان کی نگاہ رحمت کا امیدوار بن جائے۔ مگر بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ ایک طرف تو کچھ وہ لوگ ہیں جو سرے سے اس کا انکار کرتے ہیں اور اس کو ڈھونگ اور نہ جانے کن کن الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ بیعت ''سنت'' ہے، اور اس کا ثبوت متعدد آیات مبارکہ اور احادیث کریمہ سے ملتا ہے۔ بیعت رضوان وغیرہ کے واقعات مشہور ہیں، اور حضرت سلمہ بن اکوع سے حضور رحمت ﷺ نے ایک مجلس میں متعدد مرتبہ بیعت لیا، جس سے تجدید بیعت کا مسئلہ بھی مستخرج ہوتا ہے۔ اگرچہ ان منکرین میں بھی بعض اب قوم کو اپنی طرف مائل کرنے کی خاطر اور اپنی بدعقیدگی کو لوگوں سے چھپانے کے لئے ''پیری مریدی'' شروع کر چکے ہیں۔

دوسری طرف کچھ وہ لوگ ہیں جو اس کو صحیح و بہتر مان کر اس سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں، اور بزرگی کا لبادہ اوڑھ کر قوم وملت کو تباہ و برباد کر رہے ہیں، اور طرح طرح کے دام مکر وفریب پھیلائے ہوئے اپنی جھولی بھر رہے ہیں، ان پر کچھ تبصرہ نہ کر کے صرف مسلمان بھائیوں کے لئے یہ عرض کردینا ہے کہ کسی کو پیر بنانے سے پہلے چند باتیں تو ضرور معلوم کرلیں، اگر وہ پیر میں موجود ہوں تو اس سے مرید ہوں ورنہ کسی ایسے شخص سے مرید ہوں جو قابل اتباع لائق بیعت ہو۔ ذیل میں وہ شرطیں لکھی جارہی ہیں جن کا ہر پیر میں ہونا لازم ہے۔ ان میں سے ایک شرط بھی اگر کسی میں نہ پائی جائے تو وہ پیر بننے کے لائق نہیں ہے۔

پہلی شرط:

شیخ "سنی صحیح العقیدہ" ہو، کیونکہ اہلسنت وجماعت کے سوا سبھی فرقے گمراہ وبددین ہیں، ان کا سلسلہ حضور تک پہنچنے کے بجائے شیطان تک پہونچتا ہے۔تو "فیضان رحمت" کی جگہ "ضلالت وبدعت" اور گمراہی وبدعقیدگی نصیب ہوگی۔آج کل بہت سے کھلے بدمذہبوں اور بدکاروں نے بے دینی پھیلانے اور حرص وہوس کا شکم بھرنے کے لئے سادہ دل مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی خاطر "پیری مریدی" کا جال بچھا رکھا ہے، ان سے خبردار ہوشیار۔

دوسری شرط:

یہ ہے کہ شیخ "عالم دین" ہو، شریعت کے مسائل کو اچھی طرح جانتا ہو، اسلام وکفر، ہدایت وگمراہی اور سنت وبدعت کا فرق پہچانتا ہو، ورنہ وہ خود اپنا تو دین وایمان برباد کرے گا آپ کا بھی ایمان لے ڈالے گا۔

تیسری شرط:

یہ کہ "فاسق معلن نہ ہو"، یعنی کسی گناہ کبیرہ کا علانیہ مرتکب اور صغیرہ پر اصرار کرنے والا نہ ہو، فرائض وواجبات خصوصاً نماز وغیرہ نہ چھوڑتا ہو، اجنبی عورتوں سے بے پردہ ملتا نہ ہو، اور دیگر حرام کام نہ کرتا ہو، ورنہ جب وہ خود ہی سیدھے راستے سے بھٹکا ہوگا تو رہنمائی کیا کرے گا۔

چوتھی شرط:

یہ ہے کہ "اس کا سلسلہ باتصال صحیح حضور تک پہونچتا ہو"، بیچ میں منقطع نہ ہو،

بعض لوگ بلا بیعت وخلافت بزعم وراثت کہ ہم تو ان کے وارث ہیں اپنے باپ، دادا اور پیر کے سجادہ نشیں وخلیفہ بن بیٹھتے ہیں، ایسے پیروں کی کثرت اس قدر ہے کہ خدا کی پناہ ایسوں کو پیر بنانا ان سے بیعت ہونا بے سود اور بے کار ہے۔

یہ چند ضروری باتیں اپنے مسلمان بھائیوں کی رہبری اور نجات وفلاح و بہبودی کی نظر سے پیش کی گئی ہیں، مولا تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

شیطانی حربہ

اس دور پر فتن میں جہاں ہر طرف مکروفریب کا جال پھیلا ہوا ہے، اور لوگ طلب زر کی خاطر ہر قسم کا حربہ اپنانے کی کوشش کرتے ہیں، اور بہروپئے کا بھیس بنا کر اپنا مقصد حل کرنا چاہتے ہیں، سخت حیرت وتعجب میں ڈوب جانے کی جگہ ہے کہ بیعت وارادت جیسا مقدس اور پاکیزہ عمل بھی ایک ذریعہ معاش بنا لیا گیا ہے، اور اسے طرح طرح سے حصول دولت ومال کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جاہلوں کا ایک گروہ جو علم وعمل سے خالی محنت ومشقت سے جی چرانے والا اپنی معاشی زندگی سے پریشان خاموشی سے پیری مریدی شروع کر دیتا ہے، اور نذرانے کے نام پر کمائی کرنے لگتا ہے۔

ظاہری بات ہے کہ وہ جاہل پیر نام نہاد صوفی مسائل سے ناواقف احکام شریعت سے بے خبر لوگوں کو اپنے پھندے میں کیسے پھانس سکتا ہے؟ چنانچہ اپنی جھوٹی بزرگی کا بازار چمکانے کے لئے کچھ خلاف شرع کام اس طرح کرتا ہے کہ لوگ سمجھیں یہ بہت بڑے اللہ والے ہیں، شعبدہ بازی اور مکاری کر کے لوگوں پر اپنی ہیبت بیٹھانے کی کوشش کرتا ہے، اور بعض لوگ اس کی ولایت مشہور کرنے کے لئے ایجنٹ کا کام کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کھلے فاسق وفاجر تارک صوم وصلوٰۃ اور گناہ کبیرہ کے مرتکب لوگوں کو بھی اللہ کا محبوب بندہ اور پہونچے ہوئے بابا کا لقب دے دیا جاتا ہے۔ پھر تو اگر وہ معاذ اللہ آنکھوں کے سامنے ہی کیوں نہ حرام کاری کرتا ہو اس کو اچھا جانا جاتا ہے اور ''ولی کامل'' کہا جاتا ہے۔ توبہ صد بار توبہ۔

ایسے حالات میں اب اگر کوئی عالم دین لوگوں کو ان بے دین صوفیوں کی خرافات پر تنبیہ کرتا ہے تو اپنی مکروہ اور جھوٹی بزرگی کا راز چھپانے کے لئے یہ شیطانی حربہ استعمال کرتے ہیں کہ ''شریعت'' اور ہے ''طریقت'' اور ہے۔ یہ علم ظاہر رکھنے والے، علم باطن کا حال کیا جانیں؟ ان دو ورقی کتابوں کے مولوی حضرات کو تصوف کیا سمجھ میں آئے، باطنی اسرار کی انہیں کیا خبر ہے؟ اور اس طرح کی بے شمار بکواس کر کے اپنا بھرم چھپاتے ہیں، بالآخر بتانے والا خود ہی لوگوں کی عداوت و دشمنی کا نشانہ بن جاتا ہے، اور پیر جی مزے لیتے رہتے ہیں، اور اپنا بازار سجائے رہتے ہیں۔

اسلامی بھائیو! آپ یقین جانئے کہ شریعت کی مخالفت کرنے والا ہرگز ہرگز ''ولی'' نہیں ہوسکتا ہے، بلکہ بعض صورتوں میں ''ولی'' ہونا تو درکنار آدمی مسلمان بھی نہیں ہوسکتا ہے، البتہ مجذوبان الہیٰ مرفوع القلم ہوتے ہیں، ان کے فعل پر مواخذہ نہیں ہے، او رسچے مجذوب کی پہچان یہ کہ وہ شریعت مطہرہ کا مقابلہ نہیں کرے گا۔ پیر طریقت حضرت علامہ سید مظہر ربانی صاحب مدظلہ نے بہت خوب فرمایا ہے:

طریقت بے شریعت وادی پرخار ہے مظہر مئے وحدت پیو لیکن ہو پیمانہ محمد کا

اگر کوئی مخالف شریعت ''صوفی'' بنتا ہے اور مکاری دکھاتا ہے، تو سمجھ جایئے یہ شیطان کا مسخرہ، بے دین لوگوں کے ایمان کا لٹیرا ہے، اور اپنے اغراض فاسدہ کی تکمیل، شکم پروری اور حصول زر کی خاطر شیطانی جال پھیلائے ہوئے ہے، اور خوف خدا و حساب محشر سے نڈر اپنی لگن میں مگن ہے، اس کو ولایت، طریقت، تصوف سے کوئی واسطہ نہیں، بلکہ زندقہ، جہالت وضلالت میں پڑا ہوا ہے۔

فقیر راقم السطور اس جگہ پیران طریقت، مقتدائے مشائخ کبار، معتمد بزرگان دین اور اولیاء کاملین کے ارشادات پیش کر دینا از حد ضروری سمجھتا ہے، تاکہ عوام کو حق و باطل میں تمیز کرنے کی ایک کسوٹی مل جائے، اور جاہل و مکار صوفیوں سے دور رہیں۔

قطب الاقطاب سید السلاسل امام الاصفیاء غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَقْرَبُ الطُّرُقِ الیٰ اللہِ تَعَالیٰ لُزُوْمُ قَانُوْنِ الْعُبُوْدِیَّةِ وَ الْاِسْتِمْسَاکُ بِعُرْوَةِ الشَّرِیْعَةِ۔ (۴۸)

اللہ تعالیٰ کی طرف سب سے قریب کا راستہ قانون بندگی کو لازم پکڑنا، اور شریعت کی گرہ اٹھائے رہنا ہے۔

سلسلۂ سہروردیہ کے شیخ المشائخ سیدی حضرت امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَلْاِرْتِسَامُ بِمَرَاسِمِ الشَّرِیْعَةِ رُتْبَةُ الْعَوَامِ وَھٰذَا ھُوَ عَیْنُ الْاِلْحَادِ وَ الزَّنْدَقَةُ وَالْاِبْعَادُ فَکُلُّ حَقِیْقَةٍ رَدَّتْھَا الشَّرِیْعَةُ فَھُوَ زَنْدَقَةٌ۔ (۴۹)

(نام نہاد گمراہ صوفی کہتے ہیں کہ) احکام شریعت کی پابندی کرنا عوام کا کام ہے، اور یہ بالکل بے دینی زندقہ اور اللہ تعالیٰ سے دوری ہے، کیونکہ ہر وہ حقیقت جسے شریعت رد کردے یعنی جو شریعت کے خلاف ہو وہ زندقہ و بے دینی ہے۔

اسی طرح ایک جگہ امام اولیاء حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان آیا ہے:

﴿لِاَنَّ کُلُّ حَقِیْقَةٍ لَّا تَشْھَدُ لَھَا الشَّرِیْعَةُ فَھِیَ بَاطِلَةٌ﴾۔ (۵۰)

''ہر وہ حقیقت جس کی گواہی شریعت نہ دے، وہ باطل اور مردود ہے''

امام المتکلمین مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''''شریعت''اصل ہے، اور''طریقت''اس کی فرع، شریعت منبع ہے، اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا، طریقت کی جدائی شریعت سے محال ودشوار ہے، شریعت ہی پر طریقت کا دارومدار ہے، شریعت ہی اصل کار اور محک ومعیار ہے، شریعت ہی وہ راہ ہے جس سے ''وصل الی اللہ'' ہے۔ اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ تعالی کی راہ سے دور جا پڑے گا، طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے وہ شریعت مطہرہ ہی کے اتباع کا صدقہ ہے، جس حقیقت کو''شریعت'' رد فرمادے وہ حقیقت نہیں بے دینی وزندقہ ہے۔ (۵۱)

اولیاے کاملین کے ارشادات اوران کی واضح ہدایات و بے لاگ روحانی تحریریں جہاں آج کل کے نام نہاد جاہل اور بے عمل پیروں کو جھنجھوڑ رہی ہیں، اسی کے ساتھ مسلمانوں کی بھی صحیح رہبری کر رہی ہیں کہ جو لوگ اندھی تقلید میں پڑے رہتے ہیں، اور جاہل پیروں کی شعبدہ بازی اور مکاری کو کرامت سمجھ بیٹھتے ہیں ان کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالی ہم سب مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالی وسلم علی سیدنا محمدو علی آلہ واصحابہ اجمعین۔

مزارات پر حاضری کا طریقہ

اب ہم آخر میں مسلمان بھائیوں کی خاطر قبروں اور بزرگان دین کے آستانوں پر حاضری دینے کا شرعی طریقہ لکھ دے رہے ہیں، تا کہ اسی کے مطابق مزارات پر حاضری دے کر ثواب حاصل کیا جائے، اور غلط و مخالف شرع حرکتوں سے بچا جائے۔

پیارے اسلامی بھائیو! قبروں کی زیارت کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پائنتی کی طرف سے جا کر میت کے منہ کے سامنے کھڑا ہو جائے، البتہ اتنی دور ادب واحترام سے کھڑا ہو جتنی دور زندگی میں بزرگوں کی بارگاہ میں رہا جاتا ہے، نہ قبر کو بوسہ دے، نہ ہاتھ پھیرے، خاموشی سے جا کر سلام پیش کرے، پھر تین یا پانچ یا سات یا گیارہ بار درود شریف پڑھے، اس کے بعد جتنا ہو سکے قرآن شریف کی سورتوں اور آیتوں کی تلاوت کرے پھر آخر میں درود پاک پڑھ کر ایصال ثواب کرے، اور ایصال ثواب کرنے میں افضل یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کو شامل کرے اور اگر کسی ولی اللہ کا مزار ہے تو ان سے فیض حاصل کرے، اور خیر و برکت کی درخواست کرے، انشاء اللہ تعالی فیوض و برکات حاصل ہونگے۔

ضمیمہ

وظیفہ

"یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللہ"

امیر کشور ولایت شہنشاہ بغداد غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ کو رب قدیر نے جس مقام ولایت سے نواز کر روحانی قوت وطاقت عطا فرمائی اس سے ملت اسلامیہ کا ہر چھوٹا بڑا واقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں میں ان کے نام کا ورد رائج ہے، انہیں مصیبتوں میں پکارا جاتا ہے، ان سے استغاثہ واستمداد کی جاتی ہے اور "یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاللہ" کے کلمات سے ان کی ذات بابرکات سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

بارہویں صدی ہجری کے آغاز میں انبیائے کرام اور اولیائے عظام سے اہل ایمان کا رشتہ توڑنے کی خاطر انگریزوں نے توحید کے نام پر ایک خطرناک تحریک بنام وہابیت کی داغ بیل ڈالی جس نے امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا تمام اکابرین ملت کو طعن و تشنیع اور سب وشتم کا نشانہ بنایا اور جن رسومات و معمولات کے ذریعہ اہل اللہ سے وابستگی کا پتہ چلتا ہے سب کو کفر وشرک کا نام دے کر ختم کرنے کی منصوبہ بند جدوجہد کی۔

انہیں مذموم کوششوں کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ مذکورہ بالا وظیفۂ قادریہ کو شرک وکفر کا نام دیکر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے دور کیا جانے لگا ان حالات کے پیش نظر علمائے اہلسنت حقانیت کو اجاگر کرنے کے لئے میدان میں اترے اور اسلام کے متوارث عقائد ومعمولات کو دلائل وبراہین سے مزین کر کے امت کے سامنے پیش کیا۔

چنانچہ مذکورہ وظیفہ کے حوالے سے بھی علماے اسلام نے بے شمار رسالے، کتابچے اور فتاوی شائع کئے اوراس کی صحت وجواز کا حکم واضح کیا۔ راقم الحروف سے عزیز القدر محترم مولانا ذوالفقار نعیمی صاحب ایڈیٹر سہ ماہی جام شرافت، مرادباد نے بے حد اصرار کے ساتھ اس مشہور ومعروف وظیفہ کے تعلق سے لکھنے کی فرمائش کی جس کے نتیجہ میں یہ سطریں سپرد قرطاس کی جاری ہیں۔ اس مشہور وظیفہ کا اردو ترجمہ ہے:

''اے شیخ عبدالقادر جیلانی خدا کے لئے کچھ عطا کیجئے''۔

عربی کا یہ جملہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے اردو بول چال میں عموماً لوگ کہا کرتے ہیں خدا کے لئے پڑھ لکھ، اللہ واسطے کچھ دیدو وغیرہ وغیرہ۔

وفات یافتہ سنتے ہیں:

جولوگ اس وظیفہ کو ناجائز وحرام یا شرک کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس میں وفات یافتہ کو ندا دینا اور پکارنا اور اس سے استغاثہ واستمداد کرنا ہے اور کسی وفات یافتہ کو ندا دینا اورا س سے مدد مانگنا ناجائز ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ان حضرات کی سخت غلط فہمی اور اسلامی مسلمات ومعتقدات سے عدم واقفیت کی کھلی دلیل ہے، کیونکہ قرآن وحدیث اور اقوال علماے اسلام کھلے طور پر یہ ثابت کررہے ہیں کہ وفات یافتہ حضرات بھی سنتے ہیں لہذا ان کو ندا دینا اور انہیں پکارنا بلاشبہ جائز ہے یونہی ان سے استمداد کرنا بھی جائز ودرست ہے ہم اولاً یہ ثابت کررہے ہیں کہ وفات یافتہ لوگ سنتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم علیہ التحیۃ والثناء کا ارشاد گرامی ہے:

ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ یسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا. (۵۲)

مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کرکے پلٹتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

ایک جگہ اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان المیت یسمع خفق نعالهم اذاولوامدبرین. (۵۳)

مردہ جوتیوں کی آواز سنتا ہے جب لوگ انہیں پیٹھ دے کر پھرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مقام پر یوں فرمایا:

ان المیت اذادفن یسمع خفق نعالهم اذاولوامنصرفین. (٥٤)

مردہ جب دفن ہوتا ہے اور لوگ واپس آتے ہیں وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

ایک جگہ اور فرمایا:

والذی نفسی بیده ان المیت اذاوضع فی قبره انه یسمع خفق نعالهم حین یؤلون عنه۔ (٥٥)

قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کفش پائے مردم کی آواز سنتا ہے جب اس کے پاس سے پلٹتے ہیں۔

اور ایک مقام پر سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

فانه یسمع خفق نعالهم ونقض ایدیکم اذاولیتم عنه مدبرین.

وہ یقیناً تمہارے جوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سنتا ہے جب تم اس کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلتے ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ:

شهدناجنازة مع رسول الله فلما فرغ من دفنهاوانصرف الناس قال انی الآن یسمع خفق نعالکم۔ (٥٧)

کہ ہم ایک جنازہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ رکاب حاضر تھے جب اس کے دفن سے فارغ ہوئے اور لوگ پلٹے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اب وہ تمہاری جوتیوں کی آواز سن رہا ہے''۔

ان احادیث طیبہ سے مثل آفتاب واضح ہے کہ عام مسلمان اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور سنتے ہیں۔

مقربان بارگاہ کی کیفیت:

یہ حال عام مسلمانوں کا ہے رہے مقربان بارگاہ تو ان کی قوت سماعت اور طاقت ادراک کا حال نہایت نرالا اور ارفع واعلی ہوتا ہے وہ عالم بالا میں رہتے ہوئے بھی عالم زیریں میں اٹھنے والی آوازوں کی سماعت فرمالیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں:

''کہ پاک جانیں جب بدن کے علائق سے جدا ہوتی ہیں تو ملأ اعلی سے مل جاتی ہیں اور ان کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا ہے سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔(۵۸)

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''جب آدمی مرتا ہے روح حیوانی کے لئے ایک اور اٹھان ہوتی ہے تو روح الٰہی کا فیض اس کے بقیہ حصہ مشترک میں ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے، دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے''۔(۵۹)

توسل واستمداد:

اور جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ وفات یافتہ حضرات سنتے، دیکھتے اور پہچانتے ہیں تو یہیں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ انہیں پکارنا لفظ ''یا'' کے ذریعہ، انہیں مخاطب کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا بھی درست ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

''امام علی موسی رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمایئے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں؟ فرمایا! قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر، سلام آپ پر اے اہل بیت رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب

و خواہش و سوال حاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم وظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری کرتا ہوں ان سب جن وانس سے جو محمد وآل محمد ﷺ کے دشمن ہیں۔ (۶۰)

اور حضرت امیر ابن الحاج قدس سرہ فرماتے ہیں:

''قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمہ دین کا معمول ہے''۔ (۶۱)

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں:

''جب اہل اللہ مرتے ہیں علائق بدنی منقطع ہو کر ملائکہ سے ملتے اور انہیں میں سے ہو جاتے ہیں، جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد وقتل کفار و امداد مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں، اور کبھی بنی آدم سے نزدیک وقریب ہوتی ہیں کہ ان پر افاضۂ خیر فرمائیں''۔ (۶۲)

ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں:

''اولیائے امت واصحاب طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت جس کے بعد تمام راہ عشق مؤکدترین طور پر اسی نسبت کی اصل کی طرف مائل اور کامل ترین طور پر اسی مقام پر قائم ہو چکی ہے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں''۔ (۶۳)

ان عبارات سے یہ مسئلہ بالکل بے غبار ہو جاتا ہے کہ ارواح کرام کو ندا کرنا اوران سے توسل وطلب دعا بلاشبہ جائز و درست ہے۔ اب آیئے خاص کر غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے استغاثہ اور ان کو ندا کرنے کے متعلق علمائے اسلام کے ارشادات سے قلب ونظر کو مسرور کریں۔

حضرت علامہ سیدی جمال مکی قدس سرہ کے فتاوی میں ہے:

''مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے ''یارسول اللہ، یاعلی، یاشیخ عبدالقادر'' مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا، ہاں! اولیاء سے مدد مانگنا اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع و شئے مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمن انصاف، اور بیشک وہ برکت اولیاے کرام سے محروم ہے''۔

شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتا ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کے پکارتے ہیں اور انبیاء واولیاء سے فریاد کرتے ہیں اس کا شرع میں کیا حکم ہے؟ امام ممدوح نے فتوی دیا کہ انبیاء ومرسلین واولیاء وعلماے صالحین سے ان کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت واستمداد جائز ہے''۔ (٦٤)

علامہ رملی حنفی ''فتاوی خیریہ'' میں فرماتے ہیں:

''لوگوں کا کہنا ''یا شیخ عبدالقادر'' یہ ایک ندا ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے''۔ (٦٥)

حاصل کلام یہ کہ وفات یافتہ شخصیات کو ندا کرنا ان کو پکارنا اور ان کو یاعلی یاغوث یاخواجہ وغیرہ الفاظ سے مخاطب کرنا بلاشبہ جائز ہے اسے کفروشرک بتانا سراسر غلط اور سخت حماقت وجہالت اور گمراہی وبد دینی ہے۔ البتہ تمام اہل ایمان پر فرض ہے کہ ہر شئی میں حقیقی مؤثر ومتصرف اللہ تعالی کو مانیں اور موت وزندگی، تنگی وفراخی ہر ایک کا حقیقی مالک وخالق اسی کو جانیں اولیاے عظام اور صالحین فخام کو اس کی بارگاہ میں واسطہ ووسیلہ سمجھیں کہ مؤثر وموجد حقیقی اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض حضرات اس وظیفہ کے ناجائز بلکہ کفر ہونے کی ایک وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس میں "شیأً للہ" کی عبارت ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ غوث اعظم سے کچھ مانگا جارہا

ہے اور جس کے لئے مانگا جارہا ہے وہ کوئی بندہ اور مخلوق نہیں بلکہ اللہ تعالی ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی محتاج ہے اور یہ مسلم ہے کہ اللہ تعالی کی طرف محتاج ہونے کی نسبت کرنا کفر ہے لہذا ایسے کلمات پر مشتمل وظیفہ ناجائز وحرام بلکہ کفر ہے۔

مگر یہ صرف ایک شبہ ہے جو تار عنکبوت سے کہیں زیادہ کمزور ہے کیونکہ کسی معمولی سے معمولی مسلمان کے بھی حاشیۂ خیال میں یہ بات نہیں آسکتی کہ اللہ تعالی محتاج ہے اور ہم اسے محتاج سمجھ کر غوث اعظم سے یا کسی اور بزرگ سے اس کے لئے کچھ مانگ رہے ہیں۔ (معاذاللہ رب العلمین)

واقعہ یہ ہے کہ یہاں کلمہ جلالت کا تذکرہ صرف اور صرف سوال کی اہمیت بتانے کے لئے ہے نہ کہ اللہ جل مجدہ کو محتاج سمجھ کر اس کے لئے مدد طلب کرنا ہے، ہم دن رات اس طرح کے جملے بولتے رہتے ہیں چنانچہ عام بول چال میں کہتے ہیں ''اللہ کے لئے کچھ کمالو، خدا کے لئے کچھ دے دو'' وغیرہ وغیرہ تو جس طرح سے یہ جملے کفر وشرک نہیں یونہی "شیأللہ" بھی کفر وشرک نہیں ہوسکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ نے اس عبارت کے تعلق سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''جب اس عبارت کا ایک مطلب واضح ہے تو بلاوجہ کسی مؤمن پر بدگمانی کر کے کوئی غلط معنی اس کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے آپ لکھتے ہیں:

"وینبغی ان یرجح عدم التکفیر فانہ یمکن ان یقول اردت اطلب شیأ اکراما للہ تعالی اھ شرح وھبانیہ (الی قولہ) اما ان قصد المعنی الصحیح فالظاھر انہ لا بأس بہ"۔ (٦٦)

رب قدیر ہمیں اسلاف کی محبت بخشے اور ان کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وہابیوں کے عقیدے

فقیر نے کتاب کے شروع میں عرض کیا تھا کہ بعض لوگ عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ سنی، وہابی اختلاف کی بنیاد کسی اہم مسئلے پر نہیں بلکہ چند فروعی مسائل پر ہے، مگر مناسب معلوم ہو رہا ہے کہ قوم کے کانوں تک یہ بات کھلے لفظوں پہنچا دیں کہ آخر اختلاف کی بنیاد کیا ہے، جس کی وجہ سے سیکڑوں علمائے عرب و عجم نے وہابیوں، دیوبندیوں کو گمراہ، بددین اور مرتد ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے؟

ہم ان کے عقائد انہیں کی شائع کردہ کتابوں کے حوالوں سے لکھ کر قارئین کرام کی عدالت میں یہ مقدمہ پیش کر دے رہے ہیں اور فیصلہ ان کے دل کی آواز اور ایمان کی حرارت سے چاہتے ہیں کہ وہ خود یہ فیصلہ کریں کہ کیا کوئی ایمان والا اللہ تعالی اور اس کے پیارے محبوب ﷺ کی شان اقدس میں ایسی ایمان سوز اور لرزہ خیز بات کہہ سکتا ہے جو علمائے دیوبند نے کہی اور چھاپی ہے۔ لیجئے! عدل و انصاف کی عینک لگا کر دیوبندی عقائد ملاحظہ کیجئے اور ان کے بارے میں فیصلہ کیجئے۔

۱ — ''اللہ تعالی جھوٹ بول سکتا ہے''۔

اللہ تعالی کی شان اقدس پر عیب لگانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے علمائے دیوبند کے عطر مجموعہ مولوی رشید احمد گنگوہی کی تصدیق کے ساتھ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا ہے:

''امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے''۔ (۶۷)

اور اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے:

''اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ ست کہ تحت قدرت الھیہ داخل

نیست پس لانسلم که کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشدچه مقدمه قضیه غیر مطابقه واقع والقاء آن بر ملائکه وانبیاء خارج ازقدرت الهیه نیست والا لازم آیدکه قدرت انسانی ازیدازقدرت ربانی باشد"۔ (٦٨)

۲- ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد دوسرا نبی آسکتا ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد عربی ﷺ کو آخری نبی بنا کر بھیجا ہے اب قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا ہے، مگر دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا ہے کہ:
''بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔ (٦٩)

۳- ''حضور کا علم پاگلوں جیسا ہے''۔

نبی محترم ﷺ کے علم کی توہین کرتے ہوئے دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:
''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے بعض غیب مراد ہے یا کل؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے''۔ (٧٠)

٤- ''شیطان کا علم حضور علیہ السلام سے زیادہ ہے''۔

اسلام کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے اگر کوئی شخص حضور علیہ السلام کے علم کو کسی مخلوق سے کم بتائے تو وہ کافر ہے، مگر دیوبندی دھرم میں حضور علیہ السلام کا علم کم اور شیطان و ملک الموت کا علم ان سے زیادہ ہے جیسا کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا ہے:
''الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین

کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔ (۷۱)

۵۔ "نماز میں حضور کا خیال گدھے کے خیال سے بدتر"۔

نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کو مجروح کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہوئے ہندوستان میں مذہب وہابیت کے بانی مولوی "اسمعیل دہلوی" لکھتے ہیں:

"صرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بد تراز استغراق در صورت گاؤ خرست"۔ (۷۲)

۶۔ "امتی عمل میں نبی سے آگے"

اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ غیر نبی خواہ ولی ہو یا غوث یا صحابی کوئی بھی نبی کے برابر نہ علم میں ہو سکتا ہے نہ عمل میں لیکن مقام حیرت ہے کہ دیوبندیوں کے قاسم العلوم مولوی قاسم نے لکھا ہے:

"اعمال میں بظاہر امتی نبی کے برابر ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں"۔ (۷۳)

قارئین محترم! یہ تو ان کے کفری عقائد کے چند نمونہ تھے اگر ان کے تمام عقائد کو اکٹھا ذکر کیا جائے تو اس کے لئے الگ ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ ہم نے وہ بنیادی اختلاف آپ کو بتا دیئے ہیں جو وہابیوں اور دیوبندیوں کے کفر پر مہر لگانے والے ہیں۔ اب آگے فیصلہ آپ خود کریں کہ یہ گندم نما جو فروش دین وایمان کے لٹیرے جبہ ودستار کے نیچے کیا چھپائے پھرتے ہیں اور روزہ ونماز کی تلقین کر کے قوم کے دلوں سے عظمت پروردگار عالم اور محبت نبی ﷺ کو مٹانے والے ان مولویوں کو کون سی سزا دی جائے؟

بس آخر میں نبی کریم ﷺ کا جو فیصلہ ایسے لوگوں کے بارے میں ہے وہ سن لیجیے۔

آقائے دوعالم ﷺ فرماتے ہیں:

''ان کو اپنے سے دور رکھو اور خود بھی ان سے دور بھاگو، کہیں یہ تم کو گمراہ نہ کردیں''۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

مآخذ

نمبر شمار	اسمائے کتب	ج/ص	مطبوعہ
۱	غياث اللغات	٤٦٢	
۲	جامع ترمذی	١٢٨/١	كتب خانه رشيديه، دهلی
۳	وفاء الوفاء	١٣٢/٣	مركز اهل سنت بركات رضا، پوربندر، گجرات
٤	تفسير كبير	٤٥/١٧	مطبعه البهية المصرية، مصر
٥	ردالمحتار	٦٠٤/١	مكتبه نعمانيه، ديوبند
٦	زبدة النصائح	٤٢	
٧	فتاوىٰ عزيزی	٣٨/١	رحمٰن گل پبليشرز پشاور
٨	مشكوة المصابيح	١٥٤	فاروقيه بكڈپو، دهلی
٩	نصرة الاصحاب مشموله فتاوی ملك العلماء	٣٨٥	المجمع الرضوی سوداگران، بريلی شريف
١٠	نصرة الاصحاب مشموله فتاوىٰ ملك العلماء	٣٢٨	//
١١	صحيح مسلم	٤٤٨/١	اصح المطابع، بمبئی

۱۲	فتاویٰ عزیزی	۱/۳۹	رحمٰن گل پبلیشرز، پشاور
۱۳	فیصله هفت مسئله	۷	//
۱۴	الملفوظ	۳/۴۳	رضا اکیڈمی، ممبئی
۱۵	بوادر النوادر	۴۵۸	شیخ غلام علی اینڈسنز، لاهور
۱۶	پ۲سوره بقره آیت:۱۵۸		
۱۷	پ ۲۸سوره حشرآیت : ۱۰		
۱۸	عینی شرح هدایه	۴/۴۶۶	دار الکتب العلمیه، بیروت
۱۹	صحیح مسلم	۱/۳۲۴	اصح المطابع، بمبئی
۲۰	نووی مع صحیح مسلم	۱/۳۲۴	//
۲۱	ردالمحتار	۱/۶۵	مکتبه نعمانیه، دیوبند
۲۲	الدرالثمین	۴۰	کتب خانه علویه رضویه، فیصل آباد
۲۳	شرح عقائدنسفی	۱۶۳	مجلس برکات، مبارکپور
۲۴	فیصله هفت مسئله	۷	
۲۵	پ۲ سوره بقره آیت: ۴۴۸		
۲۶	شفاء شریف	۲/۴۲	مرکز اهل سنت برکات رضا، پوربندر، گجرات
۲۷	مناقب امام ابوحنیفه		
۲۸	رد المحتار	۱/۳۸	مکتبه نعمانیه، دیوبند
۲۹	طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح	۳۴۱	دمشق ۱۳۸۹ھ
۳۰	تفسیر عزیزی		

نمبر	کتاب	جلد/صفحہ	مطبع
٣١	پ٣ سوره آل عمران آیت: ٨٠		
٣١	فیصله هفت مسئله		
٣٢	الزبدة الزكية مشموله فتاویٰ رضویه مترجم	ج٢٢ ٤٣٢/٤٣٣	مرکز اهل سنت برکات رضا، پوربندر، گجرات
٣٣	أيضاً	//	//
٣٤	مشکوٰة المصابیح	٢٨٣	فاروقیه بك ڈپو، دهلی
٣٥	مرقاةالمفاتیح	٤٦٧/٣	اصح المطابع، بمبئی
٣٦	فتاویٰ عالمگیری	٣٦٨/٥	مکتبه زکریا، دیوبند
٣٧	//	٣٦٩/٥	//
٣٨	//	٣٦٩/٥	//
٣٩	مشکوٰة المصابیح	٣١٨	فاروقیه بکڈپو، دهلی
٤٠	فوائد الفواد بحواله مقاله عرفا مشموله فتاویٰ رضویه مترجم	٣٦٥/٢١	مرکز اهل سنت برکات رضا، پوربندر، گجرات
٤١	رد المحتار	٢٢٢/٥	مکتبه نعمانیه، دیوبند
٤٢	//	٢٢٢/٥	//
٤٣	مشکوٰة المصابیح	١٥٤	فاروقیه بکڈپو، دهلی
٤٤	عمدة القاری شرح بخاری	٩٥/٨	ادارة الطباعة المنیریه، بیروت
٤٥	الملفوظ	١١٧/٢	رضا اکیڈمی، ممبئی
٤٦	صحیحمسلم	٥١/١	اصح المطابع، ممبئی
٤٧	رد المحتار	٦٠٤/١	مکتبه نعمانیه، دیوبند

۴۸	بهجة الأسرار	۴۹	البابی، مصر
۴۹	عوارف المعارف	۷۱/۷۲	مطبعة المشهد الحسینی، قاهره
۵۰	الطبقات الکبریٰ	۱۳۱/۱	سید عبد القادر الجیل، مصطفی البابی، مصر
۵۱	مقال العرفا مشموله فتاویٰ رضویه مترجم	۱۳۱/۲۱	مرکز اهل سنت برکات رضا، پوربندر، گجرات
۵۲	صحیح مسلم	۳۸۶/۲	مطبوعه قدیمی کتب خانه، کراچی
۵۳	مسند احمد بن حنبل	۶/۴ و ۲	مطبوعه دار الفکر، بیروت
۵۴	کنز العمال	۶۰۰/۱۵	مکتبه التراث الاسلامی، مصر
۵۵	المستدرک للحاکم	۳۸۰/۱	مطبوعه دار الفکر، بیروت
۵۶	شرح الصدور	۵۱	مطبوعه خلافت کمیٹی، سورت
۵۷	//	۵۴	//
۵۸	التیسیر شرح جامع الصغیر	۵۰۲/۱	مطبوعه مکتبة الامام الشافعی، الریاض السعودیه
۵۹	حجة الله البالغة	۱۳۸	المکتبة السفلیه، لاهور
۶۰	جذب القلوب	۱۳۸	مکتبه نعیمیه، لاهور
۶۱	المدخل	۱۳۸/۱	مکتبه سلفیه، لاهور
۶۲	حجة الله البالغة	۳۵	مکتبه سلفیه، لاهور
۶۳	همعات	۶۱	اکادیمی شاه ولی الله، حیدر آباد

۶٤	فتاویٰ رضویه مترجد	۷۹۲/۹	مطبوعه پور بندر، گجرات
۶۵	//	//	//
۶۶	ردالمحتار	۳۰۷/۳	مکتبه نعمانیه، دیوبند
۶۷	براهین قاطعه	۶	کتب خانه امدادیه، دیوبند
۶۸	رساله یکروزه	۱۷	فاروقی کتب خانه، ملتان
۶۹	تحذیر الناس	۲٤	کتب خانه امدادیه، دیوبند
۷۰	حفظ الایمان	۸	کتب خانه اعزازیه، دیوبند
۷۱	براهین قاطعه	۵۵	کتب خانه امدادیه، دیوبند
۷۲	صراط مستقیم	۸۶	مکتبه سلفیه، لاهور
۷۳	تحذیر الناس	۵	راشد کمپنی، دیوبند

☆☆☆☆